المکالمۃ فی الاذان الثانی یوم الجمعۃ
اذانِ ثانی
رودادِ مناظرہ بجرڈیہہ بنارس
فریق حق
حضرت سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ
حضرت مجاہد ملت الشاہ حبیب الرحمن قادری علیہ الرحمہ
فریق باطل
مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیانباپی بنارس
انجمن نادی الخطابہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ

المکالمۃ
فی
الاذان الثانی یوم الجمعۃ

بَجَرڈِیہہ بنارس میں دربارۂ اذان ثانی جمعہ وہاں کے حنفیوں میں اختلاف پیدا ہوا، بالآخر سب لوگ اس پر متفق ہوئے کہ ایک مکالمہ حضرت مولانا سید محمد صاحب قبلہ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ اور جناب مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب امام وخطیب جامع مسجد گیانبافی بنارس کے درمیان مجمع عام میں ہوجائے، جس کو سب لوگ سنیں اور جوبات قرآن وحدیث وفقہ حنفی کے موافق ہو اس پر عمل کریں۔

بحمدہ تعالیٰ قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ حنفی سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اذان ثانی جمعہ خارج مسجد ہونا سنت ہے۔اور مسجد کے اندر اذان کہنا خواہ جمعہ کی اذان ثانی ہو یا اور کوئی اذان، خلاف سنت اور مکروہ ہے۔اور جناب مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیانبافی بنارس ''اذان ثانی جمعہ'' مسجد کے اندر کہنے کو قطعاً ثابت نہ کرسکے۔

یہ وہی مکالمہ ہے، جس کو اس لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ہر حنفی اب اختلاف کی بلا میں نہ پڑیں اور موافق قرآن وحدیث وفقہ حنفی کے عمل کرتے رہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

خود بخود دور کبھی دل کا اندھیرا نہیں ہوتا ★ جبتک اس خاک سے پیدا کوئی شعلہ نہیں ہوتا

بنارس اتر بھارت کا ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ صنعت و تجارت میں شہرت رکھتے ہوئے علم و ادب کا بھی گہوارہ ہے نیز یہ شہر مذہبی تہذیب و ثقافت کا آئینہ بھی تصور کیا جاتا ہے۔ اس خطے کو جہاں تاجوران ولایت واقطاب زمانہ نے قدم رنجہ فرما کر لاکھوں گم گشتگان راہ کو منزل مقصود تک پہنچایا، بے شمار بت پرستوں کو کلمہ پڑھا کر مشرف باسلام فرمایا، وہیں علمائے ربانیین نے تدریس و تبلیغ، تقریر و تحریر، نصیحت و ہدایت، وعظ و بحث اور مکالمہ و مناظرہ کے ذریعے اہل اسلام کو ایمان و عقیدۂ حقہ پر قائم رکھتے ہوئے ارتداد و گمرہی سے تحفظ عطا فرمایا۔ اس لئے کہ احقاق حق و ابطال باطل علمائے اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور مقدس دینی فریضہ بھی، یہ انبیائے کرام کی سنت بھی ہے اور اولیائے عظام کی زندگی کا ماحصل بھی۔ مختلف ادوار میں اہل حق اور اہلیان باطل کے مابین معرکہ آرائی کی تاریخ رہی ہے اور مردان حق نے قرآن و حدیث نیز اقوال فقہاء وائمہ کی روشنی میں حق کو سربلند اور باطل کو زیر پا کیا ہے، اور ان کے مکر و فریب و گمراہ کن اعتقادات کو طشت از بام کر کے بھولے بھالے عوام کو شیاطین کے جال سے بچایا ہے۔ تقریباً دو صدی کی تاریخ میں ایسے بے شمار مناظرے ملیں گے جس میں ہماری صداقت کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا اور حریفوں کو منہ کی کھانی پڑی۔

چنانچہ بجرڈیہہ جو وارانسی کا مشہور و معروف علاقہ ہے اور سوئے اتفاق کہ فتنہ انگیز غیر

مقلدین کی آماجگاہ بھی۔لیکن یہاں کے عوام اہلسنت مذہبی امور میں بہت ہی حساس ہیں، جزبہ دینی و جوش ایمانی سے ایسے سرشار کہ جب بھی گمرہی پھیلا کر راہ حق سے دور کرنے کی کوشش کی گئی تو بجرڈیہہ کے جرأت مند وحق پسند لوگوں نے قرآن کے فرمان ''فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ '' پر عمل کرتے ہوئے علمائے دین کی طرف رجوع کیا اور الحمد للہ ثم الحمد للہ علمائے اسلام نے ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ ایمان وعقیدہ پر ڈاکہ ڈالنے والے بے دینوں کے دانت کھٹے ہوگئے، اور فرقہ ناجیہ کے تیز وتند آندھیوں کے سامنے ان کے پائے استقامت مسلوب ہو کر رہ گئے۔

اس سلسلے میں تحریر وتقریر، وعظ وخطابت کے علاوہ متعدد بار مناظرے بھی ہوئے۔ چنانچہ بجرڈیہہ میں سب سے پہلا مناظرہ تقریباً پچاسی، چھیاسی سال پہلے ہوا تھا لیکن بصد افسوس اس مناظرے کی روداد یا تحریری دستاویز تلاش بسیار کے بعد بھی دستیاب نہ ہوسکا اور اس مناظرے کی تاریخ ہماری غفلت وبے توجہی کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے ناپید ہوگئی۔معتبر زبانی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ اس مناظرے میں احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ مفتئ آگرہ حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ادا کیا تھا۔

بجرڈیہہ کا دوسرا علمی معرکہ ۴رشوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۵رمئی ۱۹۵۷ء میں پیش آیا جب جمعہ کی اذان ثانی کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوگیا اور اختلاف نے اس قدر زور پکڑا کہ بات مناظرے تک جا پہنچی۔اس مناظرے کی نمائندگی اہل حق کی طرف سے حضور محدث اعظم ہند وحضور مجاہد ملت علیہما الرحمہ نے کی جبکہ مخالف کی طرف سے مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب وامام جامع مسجد گیانباپی بنارس بلائے گئے تھے۔

بجرڈیہہ کا تیسرا مناظرہ ۲۰رتا ۲۳رذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳رتا ۲۶راکتوبر ۱۹۷۸ء میں علمائے اہلسنت اور علمائے غیر مقلدین کے درمیان ہوا تھا۔جب وہابیوں کے

ادارہ سلفیہ سے اعتقادی وفکری فتنہ انگیزیوں کا طوفان کھڑا کیا گیا تو بجرڈیہہ کے عوام نے سخت نوٹس لی اور بات مناظرے تک پہنچ گئی، جس کا عنوان اہلسنت کی طرف سے ''آج کل کے غیر مقلدین گمراہ، گمراہ گر، جہنمی ہیں۔'' منتخب کیا گیا جبکہ غیر مقلدین نے ''وسیلۂ مروجہ'' کا انتخاب کیا۔ مناظرے کے صدر فاتح عرب وعجم رئیس التارکین سلطان المناظرین حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ تھے، اور مناظر کی حیثیت سے شہزادۂ صدر الشریعہ ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی صاحب قبلہ قادری اَطَالَ اللّٰہُ عُمْرَہٗ مدعو کیئے گئے تھے، اور غیر مقلد مناظر مولوی صفی الرحمن مبارکپوری تھا۔ اس مناظرے کی تاریخ بہت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔

زیر نظر کتاب ''المکالمۃ فی الاذان الثانی یوم الجمعۃ'' ۱۳۵۷ھ کے مناظرے کی روداد ہے۔ یہ روداد، انجمن اشاعۃ الحق پانڈے حویلی بنارس کے زیر اہتمام جناب الحاج عبد الرحمن صاحب وجناب الحاج بشیر الدین صاحب ساکنان بجرڈیہہ بنارس نے شائع کرائی تھی، جو کافی عرصہ ہو چکنے کے سبب خستہ حالت کو پہنچ چکی ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں یہ تاریخی سرمایہ ضائع نہ ہو جائے، ایک عرصہ سے یہ عزم وارادہ تھا کہ کتاب کو از سر نو ترتیب دے کر جدید تقاضوں کے مطابق شائع کی جائے تاکہ نئی پیڑھی اس تاریخی مناظرے سے متعارف ہو سکے اور اکابر امت کا یہ دینی وتاریخی سرمایہ بھی ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے۔

بحمد اللہ خدائے کارساز پر توکل رکھتے ہوئے اس کار خیر پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا اور حتی الامکان کوشش کی گئی کہ کتابت میں غلطی واقع نہ ہو، عربی عبارتوں کو اعراب سے سجا کر اور کچھ مفید حاشیوں سے اس کتاب کو آراستہ کرکے دیدہ زیب، خوبصورت اور جدید طبع کے ساتھ بنام ''اذان ثانی'' شائع کی جارہی ہے تاکہ اہل علم اور عوام یکساں طور پر اس کتاب سے استفادہ کر سکیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

میں رب کے حضور ہدیہ تشکر پیش کرتے ہوئے ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے دامے، درمے، سخنے حصہ لیکر اس دینی کاوش میں اعانت کی، خصوصا برادر اکبر حضرت العلام محمد معین الدین صاحب قبلہ مفتی جامعہ حمیدیہ رضویہ مدنپورہ بنارس، جن کے سعی، مفید مشورے اور حسن تدبیر سے سے وصول الی المطلوب کی راہیں بالکل آسان ہوگئیں۔ اور ساتھ ہی محسن قوم وملت جناب الحاج عبد القدوس صاحب ابن الحاج عبد الجلیل صاحب مرحوم ساکن مکان نمبر N15/239 انبہ بجر ڈیہہ بنارس کا صد شکر گزار ہوں جن کے مالی تعاون سے اس کتاب کی اشاعت بہت آسان ہوگئی۔ موصوف حاجی صاحب انتہائی نیک صفت اور صالح کردار کے حامل، شریف الطبع اور خوش اخلاق شخصیت کے مالک ہیں، اور دینی وملی کاموں میں صرفِ مال کے جزبے سے متصف ہیں۔ اللہ عز وجل موصوف کو دونوں جہاں میں سرخرو فرمائے۔

بارگاہ خداوندی میں دعا گو ہوں کہ پروردگار اس کتاب کو ارباب علم ودانش کی نظر میں مقبول عام وقبول تام عطا فرمائے اور اس محنت شاقہ پر مجھے اور جملہ معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔ فقط

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

محمد رفیع الدین قادری

مدرس الجامعۃ الحمیدیہ خانقاہ حمیدیہ رشیدیہ شکر تالاب بنارس

مؤرخہ ۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۷؍ جنوری ۲۰۱۹ء

مُقَدَّمَۃ

بجرڈیہہ بنارس کے حنفیوں کو اس بات کی خواہش ہوئی کہ دربارہ اذان ثانی جمعہ استفتاء کر کے اپنے علماء سے معلوم کیا جائے کہ اذان خطبہ دینے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ چونکہ استفتاء ذیل دہلی، بریلی، ناگپور، مبارکپور، کٹک وغیرہ بھیجا گیا، استفتاء کا جواب علمائے کرام نے عطافرمایا۔ جس سے اختلاف کرنے کی دعوت کچھ لوگوں نے مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیا نبائی بنارس کو دی، مفتی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ شہر میں شائع کر کے اشتہار بازی کا دروازہ کھولا گیا، کچھ لوگوں نے فساد دبانے کے لئے یہ صورت نکالی کہ اپنے اپنے گھر میں بیٹھ کر کچھ نہ کچھ لکھ دینے سے فساد بڑھتا رہے گا اور بات اس وقت تک سمجھ میں نہ آئے گی جب تک ان مختلف الخیال علماء کو روبرو مجمع عام میں بات کرنے کا موقع نہ دیا جائے، اس لئے بالاتفاق مضمون ذیل کا اقرارنامہ تیار کیا گیا، وہ اقرارنامہ یہ ہے۔

آج مؤرخہ ۱۴/فروری ۱۹۵۷ء کو ہم مصلیان مسجد اولیاء محلہ کولھوا بجرڈیہہ یعنی کل مصلیان جو ہر جمعہ کو اس مسجد میں جمعہ پڑھتے ہیں، ہم سب لوگوں کے درمیان بالاتفاق یہ بات طے قرار پائی ہے کہ اذان ثانی جمعہ جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے، خارج مسجد اور اندرون مسجد ہونے میں جو اختلاف ہے، اس اختلاف کو دور ہونے کے لئے علمائے دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں؟

(۱) جمعہ کی اذان ثانی منبر کے پاس ہونا موافق سنت ہے یا خارج مسجد؟

(۲) اگر جمعہ کی اذان ثانی داخل مسجد ہوتی ہے تو کیا اس صورت میں خلاف سنت ہونے کا ارتکاب ہو گیا یا نہیں؟

اور جو "عِنْدَ الْمِنْبَرِ" اذان ثانی جمعہ کو لکھنے کو کہا ہے یعنی منبر کے قریب تو اس

موضوع کو جو کہ اختلافی مسئلہ ہے، طے ہو جانا چاہیے۔ ہم لوگوں کی جانب سے یہ بات طے پائی کہ حضرت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی (علیہ الرحمہ) کچھوچھہ شریف اور مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بنارسی، دونوں علمائے کرام گفتگو کر کے جو سنت طریقہ ثابت کر دیں گے، وہ ہم لوگ تسلیم کریں گے۔ پھر کوئی بھی بات کرنے کی کسی بھی شخص کو گنجائش نہ ہوگی۔ جو فیصلہ دونوں علمائے کرام کریں گے، وہ ہم سب مصلیان مان لیں گے۔ اگر حضرت محدث صاحب (علیہ الرحمہ) مقابلے میں آنے سے انکار کریں گے تو اذان خطبہ یعنی اذان ثانی جمعہ منبر کے قریب سے ہوگی۔ اور اگر مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب نے مقابلے میں آنے سے انکار کیا تو خارج مسجد سے اذان ثانی جمعہ ہوگی۔ پھر کسی بھی فریق کو اس کے متعلق کوئی بھی بات کرنے کا حق نہ ہوگا۔ دونوں علمائے کرام پر فیصلہ ہے، اس میں کسی دوسرے علماء کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ ان شرائط مذکورہ پر ہم کل مصلیان پابند ہوں گے۔

مذکورہ بالا تحریر پر مخصوص حضرات نے دستخط کئے جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

جلال الدین[1]، عبد الحمید[2]، محمد یوسف[3]، عبد العزیز[4]، محمد حسین[5]، قمر الدین[6]، عبد الحق[7]، عبد الرشید[8]، دوست محمد[9]، حافظ عبد الرحمن[10]، غلام محمد[11]، عبد الرفیق[12]، عبد الجلیل[13]، عبد الرزاق[14]۔

اس اقرار نامہ پر مفتی محمد ابراہیم صاحب سے منظوری حاصل کر لی گئی اور تاریخ معینہ سے صرف ایک ہفتہ پہلے حضرت محدث صاحب قبلہ سے بھی منظوری حاصل کر لی گئی۔ حسب دعویٰ دونوں فریق کا مکالمہ کرایا گیا۔ اس تحریر کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ واقعی مصلیان مذکور نے اپنی سمجھ سے اپنی زبان میں بغیر کسی عالم کی مداخلتِ بے جا کے، پورے اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ یہ بات طے کی تھی کہ مسئلہ کا حق پہلو کسی طرح واضح ہو جائے اور اس بارے میں وہ بغیر کسی ہیچ پیچ کے اپنے منتخب کردہ علماء سے اس کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ اور یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی نے ان کی اس آواز کو پورا نہ کیا اور مقام معینہ پر بوقت معین نہ آیا تو اس کی بات پر

پھر بھی بھروسہ نہ کیا جائے گا۔ اب وقت معین پر ۳۵ رمنٹ گزر چکے، لیکن مفتی محمد ابراہیم صاحب نہ آئے۔ یہاں تک کہ پونے نو بجنے پر مفتی صاحب آئے تو پھر یہ کارروائی آگے بڑھی۔

کارروائی مجلس فیصلہ

دربارۂ اذان ثانی جمعہ کہ مسجد کے باہر سنت ہے یا مسجد کے اندر سنت ہے؟ اس مجلس کا مقام مسجد اولیاء[۱]، واقع بجرڈیہہ بنارس تجویز ہو چکا ہے۔ تاریخ ۴ رشوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ رمئی ۱۹۵۷ء معین ہے۔ اور یہ بھی یہاں کے لوگوں نے طے کرلیا ہے کہ مسجد کے باہر سنت ہونا مجھ فقیر ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی (علیہ الرحمہ) کے ذمے اور اس کے خلاف ثابت کرنا مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیانباپی بنارس کے ذمے ہے۔ چنانچہ میں بعونہٖ تعالیٰ حسب قرارداد مسجد مذکور میں پونے سات بجے یعنی وقت معیّن سے ۱۵ رمنٹ پہلے حاضر ہوگیا۔ اب سات بج چکے ہیں، اور ابھی مفتی صاحب نہیں پہونچے ہیں۔ سب سے پہلے میں نے وہ قرارداد طلب کی جو یہاں کے لوگوں نے بالاتفاق طے کیا تھا۔ یہ قرارداد مندرجہ بالا مقدمہ میں درج ہے۔ اب جبکہ پونے نو بجے ہیں، مفتی صاحب آگئے پھر یہ کارروائی میں نے شروع کی۔

---

[۱] واضح ہو کہ یہ مسجد مشہور ادارہ جامعہ حنفیہ غوثیہ کے بازو میں لب سڑک واقع ہے، آج کل مسجد اولیاء کی عالیشان تعمیر جدید ہو رہی ہے۔

افتتاحی تقریر

حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی (علیہ الرحمہ)۔

اس وقت ہم اور آپ جس مسئلہ پر غور کرنے کے لیئے آئے ہیں، اس کا نقشہ ملک میں جو ہے وہ یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کی حدیث جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ بتاتے ہیں کہ خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے وہ عہد پاک نبوی میں اور عہد پاک شیخین یعنی حضرت صدیق اکبر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں باب مسجد میں خطیب کے سامنے دیجاتی تھی۔ اس حدیث پر ابوداؤد نے سکوت کیا ہے، اوران کا طریقہ یہ ہے کہ جو حدیث حسن صحیح ہو، اس پر سکوت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں، جن پر علماء نے جرح وتعدیل کیا ہے، لیکن تعدیل کرنے والے اکابر محدثین واکابر علماء ہیں۔ اور حدیث اپنے سادہ لفظوں میں بغیر کسی اینچ پینچ کے یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ دروازۂ مسجد پر امام کے سامنے اذان دینا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت ہے۔ یہ بحث تو حدیث ہی میں ہے، جو واقعہ کی خبر دے رہی ہے وہ یہ ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان ہرگز نہ دی جائے۔ کتب فقہ کی عبارت یہ ہے کہ ''لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ'' (فتح القدیر) خاص باب الجمعہ میں ہے کہ ''لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ'' یعنی مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ بعض فقہاء نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ بھی کہا ہے۔ یہ ہے سرمایہ ان لوگوں کا جو مسجد مین اذان دینے کو جس طرح آج کل اذان دی جاتی ہے، اس کے مخالف ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس اذان کو درست سمجھتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے

کہ حدیث میں محمد بن اسحاق راوی ہیں، جو مجروح ہیں۔ ان کی تعدیل نہیں ہے، کم سے کم وہ مدلس ہیں اور تحقیق زُہری سے لفظ (عن) کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اور مدلس کا عنعنہ حجت نہیں۔ اور فقہائے کرام اس اذان ثانی کا مقام بتانے میں ان لفظوں کا استعمال فرماتے ہیں "بَیْنَ یَدَیِ الْاِمَامِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ اذان منبر کے قریب ہونی چاہئے۔ اس نقشہ کے مطابق حدیث کے خلاف میرے نزدیک کوئی گنجائش نہیں، اور میں شرعی اطمینان رکھتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں یہ اذان دروازۂ مسجد پر مسجد کے باہر ہوا کرتی تھی، اور ہمارے فقہائے کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے سے بالاتفاق روکا ہے۔ اور "بَیْنَ یَدَیِ الْاِمَامِ" ہو یا "عِنْدَ الْمِنْبَرِ" ہو یا اس معنیٰ کا کوئی لفظ ہو وہ مسجد کے اندر جو اذان ہوتی ہے، اس کو درست قرار دینے کی سند نہیں بن سکتی۔ ملک کا پیش کردہ نقشہ اور مسلک بیان کردینے کے بعد جن باتوں سے جناب مفتی صاحب کو اتفاق ہو، وہ اپنا اتفاق ظاہر فرمائیں اور جن باتوں سے اختلاف ہو، وہ اور ہم اس اختلاف پر غور کریں۔ (یہاں تک محدث صاحب کی تقریر ختم ہوگئی)

راقم الحروف[1] محمد یٰسین عفی اللہ عنہ

۴؍شوال ۱۳۷۶ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۵۷ء

---

[1] یہ حضرت علامہ مفتی محمد غلام یٰسین نوری صاحب قبلہ مدظلہ ہیں، آپ نے ۱۹۵۸ء میں جامعہ حمیدیہ رضویہ مدنپورہ بنارس سے سند فضیلت حاصل کی۔ آپ کو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے اجازت وخلافت سے نوازا، اور موجودہ دور میں باتفاق علمائے اہل سنت شہر بنارس کے عہدۂ قضا پر فائز ہیں۔ آپ کا معزز خاندان مدنپورہ بنارس میں "حاجی یعقوب" کے نام سے معروف ومشہور ہے۔ رفیع۔

پہلی تقریر

مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیانباپی بنارس

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے چار حدیثیں نظر سے گزری ہیں، جو میرے علم میں ہیں۔ دو حدیث بخاری شریف میں دو باب میں ہے، اور ایک حدیث ابوداؤد شریف میں بھی ہے اور ایک حدیث مسند امام احمد میں ہے۔ ان چاروں حدیثوں میں صرف "بَیْنَ یَدَیْہِ" کا لفظ ہے "عَلیٰ بَابِ الْمَسْجِدِ" کا لفظ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بخاری شریف کی ایک حدیث میں اور ابوداؤد کی ایک حدیث میں جو حضرت محدث صاحب قبلہ نے حدیث لکھائی ہے، اس کے متصل یہ حدیث ہے۔ بخاری اور ابوداؤد کی دونوں حدیثوں میں جو تشریح کردی ہے۔ "فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلیٰ ذَالِکَ"، علامہ عینی حنفی حدیث مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سَلَفاً وَ خَلَفاً اسی پر عمل ہے۔ ہم چونکہ بحمد اللہ حنفی ہیں، یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حدیث کے معنی جتنا اچھا اور صحیح مطلب یہ سمجھتے ہیں، اس سے زائد کوئی نہیں سمجھتا۔ اسی نظریہ کے مطابق کتب فقہ حنفیہ میں یہ تشریح ملتی ہے کہ جہاں اذان خطبہ کا مسئلہ لکھتے ہیں، وہاں صرف "بَیْنَ یَدَیْہِ" بغیر لفظ "بَابِ مَسْجِد" کے لکھتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں "بِذَالِکَ جَرَیٰ التَّوَارُثُ" یعنی امام کے سامنے اذان دی جائے، اسی پر امت کا عمل رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے یہ خیال تھا کہ دروازۂ مسجد پر اذان کہنا سنت ہے، مگر حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس مضمون کا بھیجا تھا کہ باب مسجد کی قید کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزری، لوگ اس کا ثبوت مانگتے ہیں، لہٰذا ثبوت سے مطلع فرمائیں۔ اس کا جواب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے جو تحریر فرمایا تھا، وہ یہ ہے "عَلَی البَاب" اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں؟ یہ دعویٰ کس کا ہے؟ یہاں سے دو باتیں کہی گئی ہیں، ایک یہ کہ "بَیْنَ یَدَیْہِ" مسنون ہے۔ دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے۔ (اخ صفحہ ۳۹۳ رفتاویٰ رضویہ جلد دوم)

غرض اس چیز پر اتفاق ہو گیا کہ دروازۂ مسجد سے اذان دینا مسنون نہیں ہے۔

اب اس بات کی تحقیق باقی ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے یا نہیں۔ اس میں فقہاء کی مختلف روایتیں دیکھنے میں آئیں۔ ان میں سے بعض تو حضرت محدث صاحب نے اپنی تحریر میں پیش فرمایا ہے۔ مجھ کو جہاں تک تحقیق کرنے کا موقع ملا، اس کا حاصل یہ ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینے کی کراہیت متفقہ مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اختلافی ہے۔ شرح نقایہ میں علامہ قہستانی نے لکھا ہے کہ صاحب نظم نے مکروہ لکھا ہے، مگر جلابی نے مکروہ نہیں لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہا ہے کہ کراہت مخصوص نماز پنجگانہ والی اذان کے لئے ہے نہ کہ اذان خطبہ کے لئے، کیوں کہ فقہ کی کسی کتاب میں یہ تشریح نہیں ملتی ہے[1] کہ اذان خطبہ مسجد سے باہر دی جائے، بلکہ صرف "بَیْنَ یَدَیْہِ" کا لفظ لکھتے ہیں۔ "بَیْنَ یَدَیْہِ" کے معنی میں کچھ لوگوں نے اختلاف کیا ہے، مگر لغات عربیہ کے دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ "بَیْنَ یَدَیْہِ" کی اضافت انسان یا ظرف مکان کی طرف ہو تو قریب کے معنی میں لینا متعین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں، علامہ قاضی بیضاوی اور علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور تفسیر ابو سعود میں، علامہ راغب نے اپنی مفردات میں، اسی طرح علامہ حلبی نے کبیری میں، علامہ قہستانی نے جامع الرموز میں تشریح فرمائی ہے۔ تفسیر مدارک صفحہ ۲۱۲ر میں "بَیْنَ یَدَیِ اللهِ وَرَسُوْلِه" کے تحت ہے۔ "حَقِیْقَةُ قَوْلِهِمْ جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْ

---

[1] خط کشیدہ عبارت جو کہ مفتی محمد ابراہیم صاحب کا ایک دعویٰ ہے، اس کی حقیقت کتاب کے آخیر میں ملاحظہ کریں جہاں سے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی بحث تحریر ہے۔ رفیع۔

فُلاَنٍ اَنْ يَجْلِسَ بَيْنَ الْجِهَتَيْنِ الْمُسَامِتَتَيْنِ لِيَمِيْنِهٖ وَ شِمَالِهٖ قَرِيْباً مِنْهُ‘‘۔ تفسیر کبیر صفحہ ۳۲۶ ’’وَاَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ اَىْ قُدَّامَهٗ قَرِيْباً مِنْهُ‘‘۔ مفردات راغب میں ہے ’’بَيْنَ يَدَيْكَ اَىْ قَرِيْباً مِنْكَ‘‘۔ ان معانی کے لحاظ سے عرب سے لیکر عجم تک تمام ممالک اسلامیہ میں اذان خطبہ منبر ہی کے پاس ہوتی آئی ہے۔ فقہ کی کسی کتاب میں منبر کے پاس اذان دینے کے متعلق کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ اس مسئلہ کے متعلق تقریباً بیس کتابیں فقہ کی میرے علم میں آئیں، ہم نے اس پر توارث کا اظہار کیا۔ توارث کے معنی پر مجھے کافی غور کرنا پڑا، صاحب عنایہ نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے ’’حِكَايَتُهٗ عَنِ الْعُدُلِ‘‘ یعنی معتبر کی روایت سے معتبر، مگر علامہ ابن ہمام محقق علی الاطلاق فتح القدیر کی پہلی جلد میں فرماتے ہیں۔

’’اِنَّا اَخَذْنَا عَمَّنْ يَلِيْنَا الصَّلٰوةَ هٰكَذَا فِعْلاً وَهُمْ عَمَّنْ يَلِيْهِمْ كَذَالِكَ وَهٰكَذَا اِلَى الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَهُمْ بِالضَّرُوْرَةِ اَخَذُوْهُ عَنْ صَاحِبِ الْوَحْيِ فَلاَ يَحْتَاجُ اِلٰى اَنْ يُنْقَلَ فِيْهِ نَصٌّ مُعَيَّنٌ‘‘

اس عبارت سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جب جماعت کثیرہ کسی قول نبوی کی راوی ہو تو اس کو متواتر کہتے ہیں۔ اسی طرح جماعت کثیرہ کسی فعل نبوی کی راوی ہو تو اس کو متوارث کہتے ہیں۔ اس بنا پر اذان خطبہ امور متوارثہ سے ہے۔ لہٰذا مسجد کے اندر منبر کے پاس امام کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینا مسنون ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب شربینی نے تحریر فرمایا۔

’’قَالَ الْمَاوَرْدِیُّ اَمَّا الْاَذَانُ الْاَوَّلُ فَمُحْدَثٌ فَعَلَهٗ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِيَتَاَهَّبَ النَّاسُ لِحُضُوْرِ الْخُطْبَةِ عِنْدَ اِتِّسَاعِ الْمَدِيْنَةِ وَ كَثْرَةِ اَهْلِهَا وَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَمَرَ اَنْ يُؤَذَّنَ فِي السُّوْقِ قَبْلَ الْمَسْجِدِ لِيَقُوْمَ النَّاسُ عَنْ سُوْقِهِمْ فَاِذَا اجْتَمَعُوْا اُذِّنَ فِي

الْمَسْجِدِ فَجَعَلَهٗ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَذَانَیْنِ فِی الْمَسْجِدِ"
(سراج المنیر جلد ۴ صفحہ ۲۸۴)

اس عبارت سے مسجد کے اندر اذان کہنے کا واضح ثبوت ہے۔ نسائی شریف میں مروی ہے "بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ" ۔ "بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ" ۔ "بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ" ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کا دوسرا نام اذان ہے۔ اسی طرح بخاری میں "زَادَ الثَّالِثَ" اور ابوداؤد کا لفظ "زَادَ الْاَذَانَ الثَّالِثَ" ۔ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اقامت بھی اذان ہے، اور وہ بالاتفاق پانچوں وقت مسجد میں کہی جاتی ہے۔ (مراقی الفلاح) میں لکھتے ہیں "اَذَانُ الْخُطْبَۃِ کَالْاِقَامَۃِ" یعنی اذان خطبہ مثل اقامت کے ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اذان خطبہ مسجد ہی میں دیجائے، اس پر امت کا عمل چلا آرہا ہے، اور عمل امت شریعت میں بہت وزنی چیز ہے۔ اَلْفَضْلُ الْمَوْہَبِیْ فِیْ مَعْنٰی اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ (تصنیف اعلیٰ حضرت قدس سرہ صفحہ ۶) پر ہے "اِمَامُ دَارِ الْھِجْرَۃِ عالم مدینہ سیدنا مالک ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" اَلْعَمَلُ اَثْبَتُ مِنَ الْاَحَادِیْثِ" ، عمل علماء حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔

تحقیقات بالا کی رو سے مجھے حق یہی معلوم ہوتا ہے کہ اذانِ خطبہ منبر کے پاس دینا چاہئے۔

ختم افتتاحی تقریر مفتی محمد ابراہیم صاحب۔

۴؍شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۵؍مئی ۱۹۵۷ء

راقم الحروف محمد یٰسین عفی اللہ عنہ

مفتی محمد ابراہیم صاحب کی پہلی تقریر کا جواب

حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث اعظم ہند (علیہ الرحمہ)

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃ، الحمد للہ کہ جناب مفتی صاحب نے مسئلہ کے بارے میں جو پھیلاؤ تھا، اس کو سمیٹ لیا، اور اب قابل غور چیزیں کم رہیں۔ یہ بات مان لی گئی کہ ابو داؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں عہد پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد شیخین رضی اللہ عنہما میں اذان خطبہ کا جو واقعہ بیان کیا ہے، اس میں لفظ "بَيْنَ يَدَيْهِ" اور لفظ "عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ" موجود ہے۔ اور اسی واقعہ کے بیان میں اور چار حدیثیں ہیں، جس میں لفظ "عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ" نہیں ہے، یہ بالکل صحیح فرمایا لیکن کسی ایک حدیث میں بھی اگر یہ زیادتی ہے تو وہ اس کے خلاف نہیں، جس میں وہ لفظ نہ ہو، مثلاً پانچ آدمیوں نے ایک واقعہ بتایا کہ زید فلاں جگہ آیا، دوسرے نے کہا صبح کے وقت آیا، تیسرے نے کہا رکشا پر بیٹھ کر آیا، چوتھے نے کہا باریک کپڑا پہنے آیا، پانچویں نے کہا پان کھاتا ہوا آیا، تو ان میں سے کوئی بیان ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ فلاں بیان سے اتنی بات اور ظاہر ہوگئی۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اذان خطبہ کہاں ہوتی تھی۔ چار حدیثوں میں ہے کہ امام کے سامنے ہوئی تھی، ایک حدیث نے یہ بتایا کہ امام کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوئی تھی۔ اب جب تک یہ طے نہ ہو جائے کہ یہ زیادتی جائز نہیں تو قبول کرنے کے سوا کیا چارہ۔ تمام محدثین اور ہمارے فقہائے کرام زیادتی ثقہ کو حجت قرار دیتے ہیں، اس کے بعد جن حدیثوں میں صرف لفظ "بَيْنَ يَدَيْهِ" ہے اس کے شراح نے مثلاً علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ نے اگر "بَيْنَ يَدَيْهِ" کو "فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰالِكَ" یا

سلفاً خلفاً اسی پر عمل ہونا فرماتے ہیں، اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اس اذان کو بہر حال "بَيْنَ يَدَيْهِ" ہونا چاہیے، یہی متوارث ہوئی۔ کتنی سچی بات فرمائی کہ ہم حنفیوں کا نظریہ تو یہ ہے کہ ہم اپنے کتب حنفیہ کی طرف رجوع کریں اور اس سے جو بات ثابت ہو اسی کو مانیں گے۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ فقہاء "بَيْنَ يَدَيْهِ" کا لفظ بولتے ہیں اور یہاں تک کہ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے بارے میں بھی کہا کہ دروازۂ مسجد پر اذان دینے کا سنت ہونا ان کا پہلا مسلک تھا لیکن جب حضرت استاذی مولانا عبد المقتدر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ نے ان کے پاس ایک سوال بھیجا تو انہوں نے لکھا کہ "بَيْنَ يَدَيْهِ" تو ہمارے نزدیک بھی مسنون ہے۔ البتہ ہم جس کو مکروہ کہتے ہیں، وہ داخل مسجد میں اذان دینا ہے۔ اس کو پہلے خیال سے رجوع نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اس کی اس طرح تائید کامل ہے کہ "بَيْنَ يَدَيْهِ" تو ہو مگر مسجد کے اندر نہ ہو۔ دروازۂ مسجد سے یہ مراد نہیں کہ جانب مشرق دروازہ رکھنا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسجد کا دروازہ اتر یا دکھن ہو۔ دروازۂ مسجد کا مطلب یہ ہے کہ اذان امام کے "بَيْنَ يَدَيْهِ" ہو اور مسجد سے باہر ہو۔

میں ابھی یہیں تک پہونچا تھا کہ مفتی ابراہیم صاحب نے ایک عبارت پڑھنے کو دی، فتاوی رضویہ جلد ۲/ صفحہ ۳۹۴/ جو ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ کیا گیا تھا کہ جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے، اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا، وہاں کیا کرنا چاہئے؟ اس کے جواب میں حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے طریقہ بتایا کہ لکڑی کا منبر بنائیں کہ یہی سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اسے گوشۂ محراب میں رکھ کر محاذات ہو جائے گی، اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں۔ اس کا بھی مطلب صاف ہے کہ اذان سامنے ہو اور ہر حال میں مسجد سے باہر ہو اور یہی فاضل بریلوی کا مسلک ہے، جس سے رجوع ثابت

نہیں۔ مفتی ابراہیم صاحب نے اس بات کو مانا کہ فقہائے کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ لکھا ہے۔ لیکن آپ اس کو جمہور فقہاء کا قول مان سکتے ہیں، مگر متفق علیہ نہیں مانتے، اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ''شرح نقایہ'' میں جلابی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے مکروہ نہیں کہا ہے۔ اگر قہستانی میں صرف اتنی سی بات ہے تو اس سے کوئی اعتراض جمہور فقہاء کے مسلک پر نہیں پڑتا، جنہوں نے کئی درجن کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے سے روکا ہے۔

دوسری چیز جو مفتی ابراہیم صاحب نے ظاہر کی، وہ یہ کہ جمہور فقہاء کا یہ فرمانا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے، یہ روز کی پنجگانہ نمازوں کی اذان کے متعلق ہے۔ کاش کسی فقہ کی کتاب میں کوئی جزئیہ ایسا ہوتا کہ حکم عام سے اذان ثانی جمعہ کا استثناء مذکور ہوتا تو بلاشبہ بات بالکل صاف تھی، لیکن اس خصوص میں کتب فقہ کے چاٹ لینے کے بعد بھی کوئی جزئیہ مجھ کو نہیں ملا، حالانکہ میں نے اس میں دس برس کوشش کی۔ اور اگر کوئی جزئیہ ہوتا تو بغیر قیاس لگائے مفتی صاحب جیسا وسیع النظر اور کتب فقہ پر حاوی اس مجلس میں ضرور فرماتے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ ''بَیْنَ یَدَیْہِ'' کس کو کہتے ہیں، اتنی بات حدیثِ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی واضح وثابت ہے کہ واقعہ کے بیان کرنے میں لفظ ''بَیْنَ یَدَیْہِ'' کے ساتھ لفظ ''عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ'' بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ مسجد سے باہر اذان کو ''بَیْنَ یَدَیْہِ'' بھی کہنا بالکل درست ہے۔ ''بَیْنَ یَدَیْہِ'' اذان کو کھینچ کر مسجد کے اندر داخل نہیں کرسکتا۔ اس لفظ ''بَیْنَ یَدَیْہِ'' کی پوری تحقیق اس طرح سے ہوسکتی ہے۔

قرآن شریف میں ہے ''یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ'' اس سے یہ مطلب نہیں کہ جو چیز ہم سے اسی قدر قریب ہے جس قدر آج کل داخل مسجد اذان دینے میں مؤذن امام سے قریب ہوتا ہے، اس قدر کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور جو گز بھر دور ہوگیا اسے اللہ تعالیٰ نہیں جانتا۔ قرآن شریف میں ہے ''مُصَدِّقًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْہِ'' یہ تو میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے لئے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے ”مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ“ اور ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل اور قرآن کے نزول متصل نہیں ہیں، بلکہ ہزاروں برس کا فاصلہ ہے۔

قرآن شریف میں ہے ”اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ“ یعنی قیامت کے دن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ فرمایا، حالانکہ تیرہ سو چھیتر سال گزر گئے اور ابھی تک قیامت کا پتہ نہیں۔

قرآن میں ہے ”وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ“ اور جن قوم جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ کام کرتی تھی۔ اس کی تفصیل بھی قرآن مجید میں آئی کہ ”یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ“ یہ شیطان لوگ عمارتیں، دیگیں، لگن گڑھا کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہر ہے کہ یہ کام ان کے ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ اس طرح نہیں ہوتا تھا کہ ساری کی ساری یہ ٹھک ٹھک اتنی قریب تھی، جس قدر کہ مؤذن امام سے آج کل قریب رہتا ہے۔

قرآن شریف میں ہے ”اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ“ دیکھئے آسمان کو ہمارے قرآن میں ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ فرمایا گیا ہے، حالانکہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔ ان آیات سے روشن ہوا کہ ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ کا لفظ مجبور نہیں کرتا کہ وہ چیز جسے ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ کہا گیا ہو، وہ اس کے اس قدر قریب ہو کہ جو قرب مؤذن اور امام میں آج کل ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ کے معنی صرف سامنے کے ہیں۔ اس کا قرب اور بعد دیگر قرائن سے مقرر کیا جا سکتا ہے، لیکن خود ”بَیْنَ یَدَیْهِ“ کسی مقدار پر دباؤ نہیں ڈالتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی بے شمار فضیلتوں کے باوجود بہر حال

ایک انسان کامل تھے، اور قرآن کریم میں اس اللہ کی اضافت ان کی ذات کریم کی طرف کی گئی ہے۔ اور باوجود اس اضافت کے "بَيْنَ يَدَيْهِ" اس اتصال کو نہیں چاہتا جو موذن اور امام میں آج کل ہوتا ہے۔ اسی لئے "تکملہ مجمع الاخبار" میں فرمایا "فَعَلْتُ بَيْنَ يَدَيْكَ أَيْ بِحَضْرَتِكَ" ایک انسان نے ایک انسان سے کہا کہ میں نے یہ کام تمہارے "بَيْنَ يَدَيْهِ" کیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری موجودگی میں کیا ہے۔

"عِنَايَةُ الْقَاضِيْ تَفْسِيْرُ تَحْتَ آيَةِ الْكُرْسِيْ" میں ہے "اَلْحَاضِرُ يُعَبَّرُ عَنْهُ بِذَالِكَ" جو حاضر موجود ہے اس کو "بَيْنَ يَدَيْهِ" کہا جائے گا۔ تفسیر جمل میں یہیں پر ہے "أَيْ مَاهُوَ حَاضِرٌ مُشَاهِدٌ لَهُمْ" یعنی ہر وہ چیز جو حاضر پیش نظر ہے، وہ "بَيْنَ يَدَيْهِ" ہے۔ الموضح الجلیل وتفسیر کرخی وفتوحات الٰہیہ میں سورہ سبا کی تفسیر میں ہے "مَا بَيْنَ يَدَيِ الْاِنْسَانِ هُوَ كُلُّ شَيْئٍ يَقَعُ نَظَرُهُ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُحَوِّلَ وَجْهَهُ اِلَيْهِ" ہر انسان کا "بَيْنَ يَدَيْهِ" وہ ہے جس پر کہ اس کی نگاہ پڑ رہی ہے، اور اس کے دیکھنے کے لئے اِدھر اُدھر چہرہ پھیرنا نہیں پڑتا۔ اصل یہ ہے کہ "بَيْنَ يَدَيْهِ" چاہے انسان کی طرف اس کی اضافت ہو یا دوسری طرف اس کا مطلب صرف سامنے کا ہے۔ دیگر قرائن خارجہ سے اگر اس کا قُرب یا بُعد متعین ہو تو ایسا ہو سکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ منبر کے سامنے مسجد کا دروازہ ہے اور بڑے پھاٹک کے سامنے کھلا میدان ہے، امام کی نگاہ مسجد سے باہر بھی جا رہی ہے، سب "بَيْنَ يَدَيْهِ" ہے لیکن حدیث شریف چونکہ "عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ" فرما دیا تو حد مقرر ہوگئی۔ اب میدان کے حاضرین لاکھ "بَيْنَ يَدَيْهِ" ہوں لیکن اس حد بندی کے خلاف کچھ بول نہیں سکتے۔ "بَيْنَ يَدَيْهِ" کا لفظ ہو یا لفظ "قُرب" ہو، یہ سب چیزیں امور اضافیہ سے ہیں۔ پوچھا گیا کہ بنارس سے مغلسرائے قریب ہے یا کلکتہ؟ جواب دیا جائے گا کہ مغلسرائے قریب ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مغلسرائے کھینچ کر بنارس چلا آیا بلکہ

وہ اپنی مسافت پر ہے، مگر کلکتہ کی نسبت کر کے یہی کہا جائے گا کہ وہ قریب ہے۔اس کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ جو کتب فقہ میں ’’اَذَانٌ بَیۡنَ یَدَیِ الۡاِمَامِ‘‘ کو متوارث کہا گیا ہے، اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ یہ اس کے خلاف ہوگا، جس کی رائے ہو کہ اذان اتر، دکھن جہاں سے چاہے دی جائے، چاہے امام کا سامنا ہو یا نہ ہو۔امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ اذان ثانی جمعہ مثل اذان اول کے منارہ پر دی جائے۔اور ممالک عرب میں جہاں مالکی آباد ہیں وہاں آج تک یہی دستور رائج ہے۔مگر ہم لوگ بعونہ تعالیٰ حنفی ہیں۔ہمارے پاس کتاب وسنت اور تشریحات ائمہ وفقہاء ہے، اور اسی سے مسئلہ کو طے کرنا ہے۔اس عمل کو مثل متواتر کے متوارث کہنا اگر صرف لفظ ’’بَیۡنَ یَدَیۡہِ‘‘ کے لئے ہے، تو ہمیں بھی تسلیم ہے لیکن وہ اتصال جو موذن اور امام میں آج کل ہوتا ہے، وہ ہمیں تسلیم نہیں۔اب ساری بحث اس پر آگئی کہ لفظ ’’بَیۡنَ یَدَیۡہِ‘‘ اس اتصال پر دباؤ ڈالتا ہے یا نہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے سراج المنیر جلد ۴ صفحہ ۲۸۵ سے استدلال فرمایا ہے کہ اذان مسجد عہد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہو رہی ہے۔اس موقع پر پہلے میں یہ عرض کردوں کہ اس کتاب کی پوری عبارت پر نظر نہیں فرمائی۔چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے میں پوری عبارت لکھتا ہوں۔

’’عَنۡ اَبِیۡ دَاؤُدَ قَالَ: کَانَ یُؤَذِّنُ بَیۡنَ یَدَیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ یَوۡمَ الۡجُمُعَۃِ عَلَی الۡمِنۡبَرِ عَلٰی بَابِ الۡمَسۡجِدِ، رُوِیَ اَنَّہٗ کَانَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ فَکَانَ اِذَا جَلَسَ عَلَی الۡمِنۡبَرِ اَذَّنَ عَلٰی بَابِ الۡمَسۡجِدِ فَاِذَا نَزَلَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ کَانَ اَبُوۡ بَکۡرٍ وَ عُمَرُ وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ بِالۡکُوۡفَۃِ عَلٰی ذَالِکَ حَتّٰی اِذَا کَانَ عُثۡمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ، وَ کَثُرَ النَّاسُ وَ تَبَاعَدَتِ الۡمَنَازِلُ زَادَ اَذَانًا اٰخَرَ فَاَمَرَ بِالتَّاذِیۡنِ الۡاَوَّلِ عَلٰی دَارِہِ الَّتِیۡ تُسَمّٰی زَوۡرَاءُ فَاِذَا سَمِعُوۡا اَقۡبَلُوۡا حَتّٰی اِذَا

جَلَسَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ أُذِّنَ الْأَذَانُ الثَّانِيُ الَّذِيْ كَانَ عَلٰى زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا نَزَلَ أَقَامَ الصَّلٰوةَ"

یعنی حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اذان خطبہ رسول پاک ﷺ کے "بَيْنَ يَدَيْهِ" اس طرح تھی کہ جب حضور پاک ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو دروازۂ مسجد پر اذان دی جاتی۔ یہ مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ کا مؤذن ایک تھا تو جب حضور ﷺ منبر پر بیٹھتے، دروازۂ مسجد پر اذان دی جاتی۔ جب اترتے تو نماز قائم کی جاتی۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوفہ میں اس طریقے پر تھے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ جب آبادی کی کثرت ہوئی اور دور دور گھر بن گئے، تو انہوں نے ایک اذان بڑھادی، جس کو اب اذان اوّل کہتے ہیں اور وہ اذان اوّل زَوراء[1] پر دی جانے لگی جس کو مسلمان سنتے تو مسجد کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ چنانچہ یہ طریقہ ہوا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھتے تو یہ اذان خطبہ اس طرح دی جاتی، جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھی۔

مفتی صاحب کی وہ عبارت جو میں نے اوپر نقل کرائی، مطمئن کر دیتی ہے کہ اذانِ خطبہ کا یہ دستور کہ باب مسجد پر ہو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہی بات رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اذان زَوراء کو بعد میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا ان کے بعد کسی نے بجائے زَوراء کے مسجد کے پاس کر دیا جیسا کہ اب بھی منارۂ مسجد پر ہوتی ہے، تو اب وہ اذان بازار سے مسجد کی طرف کھینچ آئی۔ اور سراج المنیر کی واضح تحریر نے اس بات کا توشبہ بھی نہ ڈالا کہ اذان مسجد کے اندر ہونا چاہیے، اور اس بات پر مطمئن کر دیا کہ کم سے کم عہد خلافت علی مرتضیٰ

---

[1] زوراء مدینہ طیبہ کے بازار کا نام ہے۔ چنانچہ عمدۃ الرعایہ حاشیۂ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۷ رمیں ہے "وَالزَّوْرَاءُ اِسْمُ سُوْقٍ بِالْمَدِيْنَةِ"۔ رفیع۔

رضی اللہ عنہ تک اذان خطبہ باب مسجد پر ہوتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب نے حدیث ”بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ“ سے پہلے تو یہ دکھایا کہ اقامت کو بھی اذان کہا جاسکتا ہے، اور پھر اقامت اندرون مسجد ہونے پر یہ قیاس فرمایا کہ ہر اذان مسجد میں ہوسکتی ہے۔ میں پورے یقین پر ہوں کہ اقامت کو اذان، مقام تجوز میں کہنا اور چیز ہے اور حکم میں دونوں کا یکساں ہونا اور چیز ہے۔ اقامت میں ”قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ“ کہنا ہوگا اور اذان میں نہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جمہور فقہاء کا یہ ارشاد کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے بالکل غلط ہے۔ جب اقامت مسجد کے اندر ہوتی ہے تو اذان بھی ہونی چاہیے، میں خیال کرتا ہوں کہ چوں کہ یہ قیاس خود مفتی صاحب کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ پنجگانہ روز کی اذان مسجد کے باہر دی جائے، اور یہ چیز ناممکن ہے کہ اپنے کہے کا خود رد کیا جائے۔ اس مدعا کے لئے مراقی الفلاح کی جو عبارت ہے، وہ یہ نقل کی گئی ہے ”اَذَانُ الْخُطْبَةِ كَالْاِقَامَةِ“ یعنی اذان خطبہ مثل اقامت کے ہے۔ مثل کا لفظ بتاتا ہے کہ اذان خطبہ نہ اقامت ہے اور نہ اقامت اذان خطبہ ہے۔ دونوں کی حقیقتیں الگ ہیں، دونوں کا حکم الگ ہے، اس بارے میں دونوں کے اندر کوئی نہ کوئی مشابہت پائی جاتی ہے۔ جیسے کہا جائے کہ زید مثل شیر کے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زید کی حقیقت اور ہے اور شیر کی حقیقت اور ہے۔ البتہ کسی نہ کسی بات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ وہ کس بات میں ہے، یہ تلاش اور جستجو سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ شیر بہادر دل کو بھی کہتے ہیں، شیر بے دھڑک خرچ کرنے والوں کو بھی کہتے ہیں۔ عام شہرت یہ ہے کہ یہ لفظ بہادروں کے لئے بولا جاتا ہے۔

اب اذان اور خطبہ کی دو حقیقتیں مان کر یہ سوچنا پڑے گا کہ ان دونوں میں مشابہت کس چیز میں ہے؟ مفتی صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہ مشابہت مسجد کے اندر ہونے میں ہے۔ لیکن اس خیال کے خلاف وہ سارے نصوص فقہ جو مسجد کے اندر اذان کو مکروہ کہہ رہے ہیں، لاجرم ہم کو

وجہ شبہ ایسا سوچنا پڑے گا جو دونوں میں ہو مگر خلاف نص نہ ہو۔ میں کسی وجہ شبہ مقرر کرنے پر اصرار نہیں کرتا، لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک چیز مشترک دونوں میں یہ ہے کہ اذان خطبہ ہوتے ہی خطبہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ اور اقامت ہوتے ہی نماز شروع کر دی جاتی ہے۔ اذان خطبہ کا اتصال خطبہ سے اور اقامت کا اتصال نماز شروع کرنے میں یکساں ہے۔

اَلْفَضْلُ الْمَوْھَبِیْ تصنیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے استدلال میں بالکل نہیں سمجھ سکا، اس کا تو مقصد یہ ہے کہ جب ہمیں اپنے فقہائے کرام اور ائمہ مجتہدین سے کوئی مسئلہ ملا جو ان کا مذہب ہے، تو اب ہم اس کے خلاف کوئی حدیث لائے تو نہ سنیں گے کہ وہ سب سے زیادہ حدیثوں کے جاننے والے اور تمام مراتب اجتہاد سے آراستہ جو تحقیق فرما چکے، اس کو مان لینے کے ساتھ ہمارے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے، ان علماء کا عمل حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔ لہٰذا اب جو چیز قابل غور ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آیا کوئی حدیث ایسی ہے جس سے پتہ چلے کہ زمانۂ نبوی میں اذان خطبہ داخل مسجد ہوتی تھی، میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں داخل مسجد ہوتی تھی، میں کہتا ہوں کہ کہیں نہیں ہے کہ کسی صحابی نے بھی داخل مسجد اذان دلائی۔ میں کہتا ہوں کوئی روایت جس میں امام اعظم یا صاحبین یا ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا حکم دیا، میں کہتا ہوں کسی کتاب میں نہیں کہ ان ائمہ مجتہدین کے زمانے میں یہ اذان داخل مسجد دی گئی، یہ کسی کتاب میں نہیں ہے۔

آج کل کا جو رواج ہے وہ تیرہ سو برس کا نہیں ہے۔ ہمارے فقہائے کرام نے "لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ" جو ارشاد فرمایا اس میں اذان خطبہ کا استثناء کسی کتاب میں نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اسی طرح ایک پہلو پر آسکتا ہے کہ بغیر کسی قیاس اور ذاتی رائے کے استعمال کئے ہوئے کتب احادیث اور کتب فقہ میں یہ دکھا دیا جائے کہ ہمارا جو دستور اذان ثانی کے بارے میں ہے وہی دستور عہد پاک سے ہے یا فقہاء کا یہ ارشاد کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے اس میں اذان

ثانی کا استثناء فلاں کتاب میں موجود ہے تو بات ختم ہو جاتی۔ اور اگران دونوں مطالبوں میں سے کسی کو پورا نہ کیا گیا تو پھر ایک مسلمان کا سادہ اسلامی جزبھی یہی ہونا چاہیے کہ جب عہد پاک میں اذان ثانی داخل مسجد نہیں، جس کے لئے صاف حدیث موجود ہے۔ اور اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور جب ہمارے فقہائے کرام مسجد میں اذان دینے سے منع کرتے ہیں اور اذان خطبہ کا استثناء نہیں کرتے تو اذان خطبہ موافق سنت، باب مسجد پر دی جائے تو حدیث وفقہ بالکل اس کے موافق ہو جائے گی، لہٰذا اس پر عمل کرنا چاہیے۔

راقم الحروف محمد یٰسین عفی اللہ عنہ

۴ر شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ر مئی ۱۹۵۷ء

دوسری تقریر

مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیانباپی بنارس

مسجد میں اگر اذان مکروہ ہے تو مسجد کے وہ حصے جیسے فرش و چھت سے بھی اذان مکروہ ہوگی۔ حالانکہ علامہ شامی نے یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد کی چھت بنوائی تو پانچوں وقت کی اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چھت سے دیا کرتے تھے۔

دوسری چیز مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ تیرہ صدی تک بڑے بڑے علماء اور اولیاء وفقہاء ومحدثین لاکھوں کی تعداد میں گزرے، مگر اذان خطبہ ہمیشہ مسجد کے اندر اور اذان پنجگانہ یا جمعہ کی اذان اوّل کسی ایسے مقام پر دی جاتی تھی کہ آواز دور تک پہنچے۔ چودہ صدی[1] کی ابتدا میں یعنی ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتویٰ میں تشریح فرمائی کہ اس مردہ سنت کو خداوند کریم نے اپنے فضل سے میرے ہاتھوں سے انجام پہونچایا۔ تو اسی وقت سے یہ اختلاف روز بروز بڑھتا رہا۔ چنانچہ دیکھو تحفۂ حنفیہ جلد ۸ / پرچہ نمبر ا / محرم ۱۳۲۲ھ صفحہ ۵، ۶۔

راقم الحروف محمد یٰسین عفی اللہ عنہ

۴ / شوال المکرم ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ / مئی ۱۹۵۷ء

---

[1] چودھویں صدی ہونی چاہئے۔ رفیع۔

مفتی محمد ابراہیم صاحب کی دوسری تقریر کا جواب

حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث اعظم ہند (علیہ الرحمہ)

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ الحمد للہ کہ مفتی صاحب کی آخری تقریر نے بات بالکل مختصر کردی۔ ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ کوئی حدیث ایسی دیجئے جس میں اس اذان خطبہ کا عہد پاک نبوی ﷺ یا عہد خلافت راشدہ میں مسجد کے اندر ہونا ثابت ہو۔ بعونہ تعالیٰ باوجود وسعت نظر کے مفتی صاحب کو کوئی ایسی حدیث نہیں ملی، تو پھر دوسرے سے کیا امید۔ ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ ہمارے فقہاء نے مسجد میں اذان سے روکا ہے، تو کیا کوئی ایسا جزئیہ ہے جس میں اذان ثانی کا استثناء کیا گیا ہو، مگر کوئی جزئیہ نہیں بتایا گیا۔ جب مفتی صاحب جیسے وسیع النظر کے پاس کوئی جزئیہ نہیں ہے تو پھر کسی دوسرے سے کیا امید ہے۔ اس بارے میں صرف مفتی صاحب نے یہ کہا کہ اگر مسجد میں اذان مکروہ ہوگی تو فرش اور چھت سے بھی اذان مکروہ ہوگی، اور ایسا نہیں ہوسکتا کیوں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی چھت سے عہد پاک نبوی میں اذان دیا کرتے تھے۔ اس میں دو زبردستیاں ہیں اور وہ بھی جمہور فقہائے کرام کے رد کے لئے، کہ تم ایسا کہتے ہو کہ اذان مسجد میں نہ دیجائے تو تمہیں کہنا پڑے گا کہ چھت پر بھی اذان نہ دیجائے کیونکہ چھت بھی آخر مسجد ہی کی تو ہے، کیوں ہے؟ اس لیے کہ مفتی صاحب کی یہی رائے ہے، اور مسجد کی چھت پر اذان دی گئی ہے۔ یہ اس مسجد نبوی کا ذکر ہے جس کے پائے کھجور کے تنے تھے، اور چھت کھجور کی پتیاں تھیں، جس پر حضرت بلال کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ لامحالہ تنے کا وہ بالائی حصہ جو اوپر تھا اگر وہاں انہوں نے اذان دی تو وہ ایسی ہوئی جیسی مسجد کی دیوار پر اذان دیجائے، اور دیوارِ مسجد مسجد نہیں ہے، اس کو فقہائے کرام نے صاف کردیا ہے۔ مفتی صاحب نے نچوڑ کی بات آخر میں یہ کہہ دی کہ مسئلہ کا دارومدار اب

اس پر ہے کہ تیرہ صدی تک بڑے بڑے علماء اور اولیاء وفقہاء ومحدثین لاکھوں کی تعداد میں گزرے، مگر اذان خطبہ ہمیشہ مسجد کے اندر اور اذان پنجگانہ یا جمعہ کی اذان اوّل کسی ایسے مقام سے دی جاتی تھی کہ آواز دور تک پہونچے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابو داؤد شریف میں صاف ہے کہ عہد پاک رسالت میں اذان خطبہ باب مسجد پر ہوتی تھی، مفتی صاحب قبلہ کی پیش کردہ کتاب میں دکھادیا گیا یعنی سراج المنیر میں کہ عہد پاک نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں اذان خطبہ باب مسجد پر ہوتی تھی اس عہد کا ذکر ہے۔ ائمہ مجتہدین کے عہد میں بھی اس اذان کا اندرون مسجد ہونا کہیں مذکور نہیں، تو یہ کیسے فرمادیا کہ یہ اذان خطبہ ہمیشہ سے اندرون مسجد ہوتی رہی۔ یہ زبردستی ان کے منصب علم کے شایان شان نہیں۔ آگے مفتی صاحب نے یہ بتایا اور ٹھیک بتایا کہ ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تحدیث نعمت اپنے مولیٰ کا فضل وکرم بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ ”یہ سنت کریمہ مردہ ہوچکی تھی جس کو بعونہٖ تعالیٰ زندہ کرنے کی توفیق مجھ کو عطا ہوئی“۔ اس سنت کریمہ کا مردہ ہوجانا اسی سے ظاہر ہے کہ ایک مدت سے اس کے خلاف عمل رہا۔ اور جب سنت کی آواز کانوں میں پڑی تو ذہن کا یہ حال کہ قبول کرنے کے بجائے خلاف سنت پر لوگ اڑے رہے، یعنی عملی اور ذہنی طور پر یہ سنت کریمہ محو ہوچکی اور لوگ اختلاف پر بھی اتر آئے، اس سے زیادہ سنت پاک کے مردہ ہونے کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے۔ بے شک یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ سنت کریمہ کا احیاء اپنی من گھڑت قیاس آرائیوں سے نہیں بلکہ بعونہٖ تعالیٰ حدیث شریف سے، ارشادات فقہائے کرام سے اس کو زندہ فرمایا۔ اور یہ سنت کب سے مردہ ہونا شروع ہوئی، میں اس پر اصرار نہیں کرتا لیکن ایسا خیال کرتا ہوں کہ امام ابن ہمام کے زمانے کے بعد سے یہ غلطی شروع ہوئی ہوگی۔ کیونکہ امام ابن ہمام نے خاص باب الجمعہ میں تشریح فرمائی کہ ”لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ“ یعنی مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ لہٰذا خیال ہوتا ہے کہ

یہ رواج بعد میں پڑا جو آج تک چل رہا ہے، اس عرصہ میں امراء وملوک، نماز جمعہ پر قابض تھے اور علماء اور اولیاء ان کے طریقہ کے خلاف بولیں تو خطرہ بھی تھا اور سنتے بھی نہ تھے۔ لہٰذا صبر فرمایا کیونکہ مسئلہ ایسا نہ تھا جس کی بنا پر نماز جمعہ چھوڑ دی جائے۔ آج ان صابرین کے صبر کو دلیل بنانا ان کی روحوں کے لیے کس قدر صبر آزما ہے۔[1]

اَلْمُکَالَمَۃُ فِی الْاَذَانِ الثَّانِیْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

مُنَاظَرَہ

حضرت مجاہد ملت الشاہ حبیب الرحمن قادری علیہ الرحمہ

مفتی محمد ابراہیم صاحب خطیب جامع مسجد گیانباپی بنارس

ازقلم: فقیر عبدالرسول محمد باقر علی خاں القادری الاشرفی الگیاوی البہاری۔

بتعاون: جناب حاجی عبدالقدوس صاحب انبہ بجرڈیہہ بنارس

انجمن نادی الخطابہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَحِزْبِہٖ وَابْنِہٖ وَوَارِثِ حَالِہٖ وَمَقَامِہٖ اَجْمَعِیْن

بجرڈیہہ کے مناظرے میں حضور محدث اعظم ہند کے مقابلے میں اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ر پر آپ نے مولوی محمد ابراہیم صاحب کا یہ دعویٰ ملاحظہ کیا کہ ”فقہ کی کسی کتاب میں یہ تشریح نہیں ملتی ہے کہ اذان خطبہ مسجد سے باہر دی جائے“۔ مفتی ابراہیم صاحب کے اس دعوے میں کتنا دم ہے اور کہاں تک صحیح ہے، اس کی حقیقت واضح کرنے کی غرض سے وہ مکالمہ جو مولوی صاحب موصوف اور حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے درمیان ہوا تھا۔ شائع کیا جاتا ہے۔

از فقیر عبد الرسول **محمد باقر علی خاں** القادری الاشرفی الگیاوی البہاری۔

بجرڈیہہ کے مناظرے کے کچھ دنوں کے بعد تفسیر اکلیل کے کچھ حصے خریدنے کی غرض سے حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کے یہاں تشریف لے گئے تھے[1] اور فقیر (محمد باقر علی) بھی حضرت مجاہد ملت کے ہمراہ تھا۔ اثناء گفتگو میں جمعہ کی اذان ثانی کا مسئلہ چھڑ گیا، تو مولوی صاحب موصوف کے کتب خانے سے فتح القدیر کا پہلا حصہ منگایا گیا اور بَابُ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ صفحہ ۴۱۴ر کی عبارت ”فَالْاَوْلٰی مَا عَیَّنَہٗ فِی الْکَافِی جَامِعًا وَھُوَ ذِکْرُ اللہِ فِی الْمَسْجِدِ اَیْ فِیْ حُدُوْدِہٖ لِکَرَاھَۃِ الْاَذَانِ فِیْ دَاخِلِہٖ“ کو پیش کیا، جس کا معنی یہ ہیں، پس اولیٰ وہ ہے جو کافی میں بطور جامع متعین کیا کہ وہ (اذان) اللہ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی مسجد کے حدود میں کیوں کہ داخل مسجد اذان مکروہ ہے۔ اس عبارت کے پیش کرنے کے بعد حضرت مجاہد ملت نے مولوی صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ یہ عبارت آپ کی نظر میں ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میری نظر

---

[1] یہ دلالت کرتا ہے کہ مفتی محمد ابراہیم صاحب کتب فروش بھی تھے۔ رفیع۔

میں نہیں ہے، اس پر مجاہد ملت نے فرمایا کہ غور کیجئے کافی کی اس عبارت میں "هُوَ ذِكْرُ اللهِ فِي الْمَسْجِدِ" یعنی اذان خطبہ اللہ کا ذکر مسجد میں ہے۔ اس میں شبہ ہوتا تھا کہ خطبے کی اذان مسجد کے اندر ہونی چاہیے تو فوراً "أَيْ فِي حُدُوْدِهِ" سے اس کی تشریح فرمائی کہ عین مسجد نہیں بلکہ حدود مسجد مراد ہے۔ "فِي الْمَسْجِدِ" کی تفسیر "فِي حُدُوْدِهِ" سے فرمایا۔ پھر اس کی وجہ صاف ظاہر فرمائی کہ داخل مسجد اذان کہنا مکروہ ہے۔ اس اشتباہ کو دور کرنے کے لئے کتنا اہتمام فرمایا۔ اور اس اہتمام سے اس پر تنبیہ فرمادی کہ خطبہ کی اذان کے متعلق جس کی عبارت میں اشتباہ پیدا ہو، اسے اس تفسیر اور توضیح سے دور کیا جائے خواہ وہ لفظ "فِي الْمَسْجِدِ" ہو (مسجد میں) یا "عِنْدَ الْمِنْبَرِ" (منبر کے پاس) یا "قَرِيْباً مِنْهُ" (یعنی اس سے قریب) وغیرہ وغیرہ۔ ان سب جگہ امام کے سامنے مسجد سے باہر حدود مسجد میں اذان دینا مراد ہوگا، اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اور حدیث میں وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں "اِبْنُ هُمَامٍ بَلَغَ رُتْبَةَ الاِجْتِهَادِ" یعنی امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رتبۂ اجتہاد کو پہونچے ہوئے ہیں۔ اگر اذانِ خطبۂ جمعہ مسجد کے اندر مکروہ ہونے سے مستثنیٰ ہوتی تو علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان کو اس توضیح اور علت بتلانے کی کیا ضرورت تھی، بلکہ علامہ موصوف کا خاص "بَابُ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ" میں اذان خطبہ کو خصوصیت کے ساتھ داخل مسجد مکروہ کہنا یہ واضح کرتا ہے کہ حکمِ کراہت سے اذان خطبہ مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگر جناب کی نظر میں اذانِ مذکور کی کراہت کے حکم سے مستثنیٰ ہونے کی اس طرح تشریح ہو تو ارشاد فرمائیں بڑی عنایت ہوگی اس پر مولوی محمد ابراہیم صاحب موصوف نے بغیر کسی استثناء کے حوالہ کے "عِنْدَ" اور "بَيْنَ يَدَيْهِ" اور "قَرِيْباً مِنْهُ" وغیرہ وغیرہ کو دہرایا۔

حضرت مجاہد ملت: یہ استثناء کی تشریح نہیں ہے، اس کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں، اس کو استثناء قرار دینا آپ کا محض اجتہاد ہے، جس کا حضرت علامہ ابن ہمام رضی اللہ عنہ کی

مذکورہ عبارت سے قلع قمع ہو جاتا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: (مجبور ہو کر) ایک آیت پڑھی اور فرمایا کہ یہاں بیت سے مراد مسجد ہے لہذا مسجد میں اذان ہوئی۔

حضرت مجاہد ملت: اس قسم کی کئی آیتیں مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب تَنْشِیْطُ الْاَذَان منسوب بہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے لکھی ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان تمام آیات کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں اذان ہوئی۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو تمام فقہائے حنفیہ پر چھری چل جائے گی۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: کیوں چھری چل جائے گی؟

حضرت مجاہد ملت: اس لئے کہ آپ لوگ اس قسم کی آیات کریمہ سے مسجد کے اندر اذان بصراحت ثابت مانتے ہیں۔ لہذا آپ لوگوں کے اس اجتہاد کو صحیح ماننے کی بنا پر یہ فساد لازم آتا ہے، ورنہ فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مسجد کے اندر اذان کہنے کو مکروہ فرمانا اگر آپ لوگوں کو تسلیم ہے تو بقاعدۂ مناظرہ بطور نقض اجمالی[1] گزارش ہے کہ جواز کی دلیل جاری مدعائے متخلف ہے، یعنی ان آیات کریمہ سے مطلقاً مسجد کے اندر اذان کہنا ثابت ہوتا ہے، اور اذان پنجگانہ آپ لوگ بھی مکروہ مانتے ہیں جو آپ لوگوں کی اجتہاد کی بنا پر ان آیات کریمہ کے مفاد کے خلاف ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: مسجد کے اندر اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟

حضرت مجاہد ملت: مکروہ تحریمی ہو یا مکروہ تنزیہی، خلاف سنت تو ماننا ہی پڑے گا۔

---

[1] نقض اجمالی کی تعریف مناظرہ رشیدیہ میں یہ ہے "اَلنَّقْضُ هُوَ فِی اللُّغَةِ اَلْکَسْرُ وَ فِی اِصْطِلَاحِ النُّظَّارِ اِبْطَالُ الدَّلِیْلِ اَیْ دَلِیْلِ الْمُعَلِّلِ بَعْدَ تَمَامِهٖ مُتَمَسِّکًا بِشَاهِدٍ یَدُلُّ عَلٰی عَدَمِ اِسْتِحْقَاقِهٖ لِلْاِسْتِدْلَالِ بِهٖ" یعنی لغت میں نقض کا معنی توڑنا ہے اور اصطلاح مناظرہ میں معلل کی دلیل تام ہونے کے بعد شاہد دکھا کر دلیل کو توڑ دینا نقض اجمالی ہے۔ رفیع۔

تنبیہ: جناب مولوی ابراہیم صاحب کیا آپ کو اپنا وہ قول (کہ ہم چونکہ بحمد اللہ حنفی ہیں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حدیث کے معنی جتنا اچھا اور صحیح مطلب یہ سمجھتے ہیں اس سے زائد کوئی نہیں سمجھتا اِنْتَهٰى بِلَفْظِكَ) یاد نہیں رہا یا مجبور ہو کر میں یہ پڑھوں۔لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ

مولوی محمد ابراہیم صاحب: سب فقہاء تو مکروہ نہیں کہتے۔

حضرت مجاہد ملت: اکثریت تو ماننا ہی پڑے گا اور کم از کم ان کا صفایا تو ہو ہی جائے گا۔لہٰذا ان آیات کریمہ سے یہ استدلال غلط ہے یا فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تحقیق۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: (اس الزام سے جان بچا کر اعراض کرتے ہوئے) حضرت علامہ ابن ہمام کے قول کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اذان خطبہ کو صراحت سے مکروہ کہہ رہے ہیں۔

حضرت مجاہد ملت: اگر آپ کو تسلیم ہے کہ یہ ایک شخص ہیں جو یہ قید لگا رہے ہیں تو بقاعدۂ رسم المفتی ہر اس موقعہ پر جہاں اشتباہ پیدا ہوگا اس کا اعتبار کرنا واجب ہوگا۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب: کیوں واجب ہوگا اس کی کیا دلیل ہے؟

حضرت مجاہد ملت: حضرت علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "غُنْیَةُ الْمُسْتَمِلِّیْ" میں اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ کوئی امام اگر کوئی قید کسی موقعہ پر ذکر کریں اور اس کے خلاف کسی دوسرے کی تصریح موجود نہ ہو تو اس قید کا اعتبار کرنا واجب ہوگا۔

مولوی ابراہیم صاحب: یہ عبارت "غُنْیَةُ الْمُسْتَمِلِّیْ" کی دکھائیے۔

حضور مجاہد ملت نے کتاب مذکور طلب فرمائی ،مولوی ابراہیم صاحب تو خاموش رہے مگر ان کے صاحبزادگان نے کہا "یہ کتاب کتب خانہ میں نہیں ہے"۔مجاہد ملت نے فرمایا خدا نے چاہا تو میں کتاب لا کر دکھادوں گا۔اس پر مولوی ابراہیم صاحب نے کہا اچھی بات ہے، دکھلائیے گا۔اس کے بعد غازیپور کے مقدمہ کی تاریخ تھی اس سے فارغ ہو کر کتاب لیکر

ہم لوگ گئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف لہتہ گئے ہوئے ہیں۔ پھر چنار شریف کے عرس کے بعد حضرت مجاہد ملت اور فقیر (محمد باقر علی) مولوی صاحب موصوف کے یہاں کتاب لیکر گئے اور حضرت علامہ ابراھیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "غُنْيَةُ الْمُسْتَمْلِي" کی عبارت "إِذَا صَرَّحَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ بِقَيْدٍ لَمْ يُرْوَ عَنْ غَيْرِهِ مِنْهُمْ تَصْرِيحٌ بِخِلَافِهِ يَجِبُ أَنْ يُعْتَبَرَ" یعنی جب بعض ائمہ کسی قید کی تصریح فرمائیں اور اس کے خلاف کوئی تصریح کسی اور کی مروی نہ ہو تو اس کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ یہ عبارت سنائی گئی۔ سننے کے بعد مولوی صاحب موصوف نے دریافت کیا یہ کونسی کتاب ہے؟ نام بتایا گیا تو صفحہ پوچھا، تو صفحہ ۵۷۱ مطبوعہ محمدی لاہور بتا دیا گیا۔ اس کے جواب میں بجائے تسلیم یا انکار کے، خلیل داس[1] کی طرح شکایتوں کی بھرمار شروع کردی کہ میرے پاس کئی آدمی بجرڈیہہ سے آچکے ہیں، جنہوں نے بتایا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مولانا حبیب الرحمن صاحب کا جواب نہ دے سکے وغیرہ وغیرہ، تو فقیر (محمد باقر علی) نے بجرڈیہہ سے آنے والوں کا نام دریافت کیا، تو مولوی صاحب نے بمشکل ایک نام ولی اللہ کا بتایا پھر بہت اصرار کرنے پر شاہ صفی اللہ کا نام بتایا اور یہ کہا "یہ وہاں (بجرڈیہہ) سے اس غرض سے نہیں بلکہ بازار سے سنکر میرے پاس آئے۔" (گویا بازار میں مولوی صاحب کے جواب سے عاجز آنے کا ڈھنڈھورا پیٹا جارہا تھا)۔

حضرت مجاہد ملت: میں تاریخ پر غازی پور گیا اس کے بعد چنار شریف میں عرس کی

[1] خلیل داس استعارہ ہے ایک عظیم فتنے سے، بنارس میں خلیل داس کی ایک عجیب و حیرت انگیز تاریخ ہے۔ ۱۹۴۷ء کے سیاق سباق میں آریہ سماج نے مسلمانوں کے خلاف مذہبی، سیاسی، معاشی محاذ کھول رکھا تھا، ایسی آفت کہ بیان سے باہر۔ ایسے نازک حالات میں مخدوم بنارس حضرت مولانا عبد الرشید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ شکر تالاب نے آریوں سے مقابلہ و مباحثہ کے لئے بابا خلیل کو بلوایا، یہ شخص کئی زبانوں کا ماہر تھا۔ مسلمانوں کا عظیم سہارا بن گیا۔ ظاہر ہے بنارس و قرب و جوار کے مسلمان صد فیصد اس کے معتقد ہوگئے ایسے کہ اگر بابا خلیل دن کو رات کہے اور رات کو دن کہے تو لوگ بے چون و چرا مان لیتے۔ اصل میں وہ چھپا ہوا بدعقیدہ تھا، جب اس نے دیکھا کہ عوام کے دلوں میں اس کی محبت رچ بس گئی تو اس نے بدعقیدگی کا زہر پلانا شروع کیا۔ المختصر حضرت مولانا عبد الرشید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے تحفظ سنیت کے لئے سخت مقابلہ کیا لیکن بابا خلیل کی طاقت اتنی بڑھ چکی تھی کہ کسی طرح زیر نہ ہوتا تھا۔ بلا مبالغہ ننانوے فیصد عوام اس کے دام فریب میں آگئے تھے۔ بالآخر آپ نے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو خبر کی، وہ فی الفور تشریف لائے، پہلی ہی ملاقات میں بابا خلیل کی ہوا خراب ہوگئی۔ بجائے علمی بحث کے اِدھر اُدھر کی گفتگو کرنے لگا۔ یہ شان ہے رضوی مجاہد کی، پھر تو آپ نے اس کو بابا خلیل سے خلیل داس بنا کر کیفر کردار تک پہونچا دیا۔ یہاں تک کہ بنارس کے مسلمانوں نے مجمع عام میں خلیل داس کو جوتے کا مالا پہنایا اور ہمیشہ کے لئے یہ فتنہ دب گیا۔ رفیع

حاضری ہوئی لوگوں نے مشہور کر دیا ہوگا، اس لئے جانے دیجئے۔ نفس مسئلہ اذان خطبہ کو طے کیجئے۔ اب عبارت حلبی کی دکھادی گئی ہے، جس کا آپ نے مطالبہ کیا تھا۔ تسلیم فرما لیجئے تاکہ مسلمانوں کا انتشار ختم ہو جائے، جس پر مولوی صاحب نے کوئی توجہ نہ دی۔ بجرڈیہہ کے مسلمانوں کے اختلاف کی کہانی اور حضرت سیدی محدث صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سے مناظرہ کی داستان فرماتے رہے۔ حضرت مجاہد ملت نے بارہا مسئلہ کی طرف متوجہ کیا، کچھ سنوائی نہیں ہوئی، مجبور ہو کر ہم لوگ واپس چلے آئے۔ چنانچہ اس گفتگو کی بنا پر چند مفید سوالات درج کئے جاتے ہیں۔ کاش اب بھی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بجرڈیہہ کے مسلمانوں کے حال زار پر رحم فرما کر جواب صحیح اور محقق دیں تو مسئلہ واضح ہو جائے۔ سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کیا "بَیۡنَ یَدَیۡہِ" اور "عِنۡدَ الۡمِنۡبَرِ" یا "عَلَی الۡمِنۡبَرِ" وغیرہ کے یہی معنی ہیں کہ منبر کے پاس صف اوّل میں اذان خطبہ ہو؟

(۲) فقہائے کرام نے جو "جَرٰی عَلَیۡہِ التَّوَارُثُ" فرمایا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے؟

(۳) اگر یہی مراد ہے، جس کا آپ حضرات ڈنکا پیٹ رہے ہیں تو بلاد اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین زَادَھُمَا اللہُ شَرۡفاً وَّ تَعۡظِیۡمًا میں کئی صف کے بعد اذان جمعہ کی جگہ مقرر ہے، جس پر عملدرآمد صدہا سال سے ہو رہا ہے۔ آپ لوگوں کے توارث کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور دہلی و آگرہ و لاہور کے شاہی مساجد میں بھی بجائے صف اوّل کے کئی صفوں کے بعد بلکہ ابتدائے صحن میں "مِئۡذَنَہ"[1] پر اذان خطبہ ہوتی ہے۔ کیا یہ آپ کے توارث کے موافق ہے؟ کیا آپ اور آپ کے تمام ہمنوا یہ بتا سکتے ہیں کہ "بَیۡنَ یَدَیۡہِ" (امام کے سامنے) "عِنۡدَ الۡمِنۡبَرِ" (امام کے پاس) اور "قَرِیۡباً مِنۡہُ" (اس سے قریب) کے معنی آپ لوگ جو سمجھ رہے ہیں کہ منبر کے پاس پہلی صف میں اذان ہونی چاہئے، اس کے خلاف ہے یا نہیں؟

---

[1] مئذنہ وہ جگہ ہے جو وقف مسجد سے پہلے خاص اذان دینے ہی کے لیے متعین ہوتی ہے۔

(۴) فقہائے کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو جو مکروہ کہا ہے اس سے اذان جمعہ کے استثناء کی تصریح اگر چہ اب تک نہ دکھا سکے تو کیا چھ مہینے یا سال بھر کی مدت میں ڈھونڈھ کر دکھا سکتے ہیں؟

(۵) علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے اپنی کتاب فتح القدیر خاص بَابُ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ میں خصوصیت کے ساتھ اذان خطبہ کو مسجد کے اندر مکروہ فرمایا ہے یا نہیں؟

(۶) علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنفی ہیں یا نہیں؟

(۷) علامہ موصوف کو علمائے احناف معتبر اور محقق مانتے ہیں یا نہیں اور ان کی شان میں بَلَغَ رُتْبَةَ الْاِجْتِهَادِ فرمایا ہے یا نہیں؟

(۸) علامہ موصوف خاص اذان خطبہ کو مسجد کے اندر مکروہ فرما کر حنفی رہے یا نہیں اور جناب کی حنفیت علامہ موصوف کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟

(۹) اور علامہ موصوف کی اس تصریح کی بنا پر علامہ حلبی کی عبارت "اِذَا صَرَّحَ بَعْضُ الْاَئِمَّةِ بِقَيْدٍ لَمْ يَرِوْ عَنْ غَيْرِهٖ مِنْهُمْ تَصْرِيْحٌ بِخِلَافِهٖ يَجِبُ اَنْ يُعْتَبَرَ" سے تمام ان مواقع پر جہاں مسجد کے اندر اذان دینے کا اشتباہ ہوتا ہے، سب رفع ہو گیا یا نہیں، اور اِس کا ہر جگہ اعتبار کرنا واجب ٹھہرایا نہیں؟

(۱۰) علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا خاص اذان خطبہ کو مسجد کے اندر اس شدّ و مد کے ساتھ مکروہ فرمانا آپ کے اس قول کو کہ "فقہ کی کسی کتاب میں یہ تصریح نہیں ملتی ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے باہر دیجائے" باطل ٹھہراتا ہے یا نہیں؟ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ بَيِّنُوْا فِي الْكِتَابِ۔

فقیر عبد الرسول محمد باقر علی خاں[1] القادری الاشرفی الگیاوی البہاری

---

[1] حضرت علامہ محمد باقر علی خاں صاحب علیہ الرحمہ ایک زمانے تک جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب بنارس میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور اخیر عمر میں جامعہ حمیدیہ رضویہ مدنپورہ بنارس میں مسند تدریس کو زینت بخشی۔ اہل سنت کے مشہور خطیب حضرت علامہ غلام مصطفی حبیبی صاحب قبلہ آپ ہی کے صاجزادے ہیں۔ آپ اپنے علاقے ضلع گیا میں مدفون ہیں اور قطب صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ رفیع۔

الْمُکَالَمَۃُ فِی الْاَذَانِ الثَّانِیْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ

متفقہ فتویٰ

دربارۂ اذان ثانی جمعہ

(علمائے اہل سنت و جماعت ہندوستان)

بتعاون: جناب حاجی عبدالقدوس صاحب انبہ بجرڈیہہ بنارس

انجمن نادی الخطابہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

متفقہ فتویٰ دربارہ اذان ثانی جمعہ

علمائے اہل سنت وجماعت ہندوستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر منبر کے قریب کہنا افضل ہے یا باہر؟ شریعت محمدیہ وطریقۂ حنفیہ سے جواب دے کر مشرف فرمائیں۔

مصلیان مسجد دھرھرہ خرد بجرڈیہہ بنارس

الجواب: جمعہ کی اذان خطبہ جسے اذان ثانی کہا جاتا ہے، مسجد سے باہر کہنا چاہیے۔ فقہائے کرام نے مسجد کے اندر اذان کہنے کو مطلقاً منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہا کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ بلکہ بعض فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ''یُکْرَہُ اَنْ یُؤَذَّنَ فِی الْمَسْجِدِ''یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی اذان چاہے پنج وقتہ ہو یا جمعہ کے خطبے کی اذان، مسجد کے اندر کہنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۵/ بَابُ النِّدَاءِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ میں ہے۔

''عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تھے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ اور

کہیں منقول نہیں کہ حضور اقدس ﷺ یا خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

حررہ الفقیر عبد الرسول محمد باقر علی خاں اشرفی القادری

مدرس مدرسہ عربیہ فاروقیہ بنارس

جواب بالکل حق وصواب ہے۔

فقیر ابو المحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی، نزیل محلہ بنارس ۲۵ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

اصاب من اجاب: محمد عبد الرب، صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی۔

جواب صحیح ہے: احقر محمد نعیم اللہ، مہتمم مدرسہ جامعہ حبیبیہ الہ آباد۔

جواب صحیح ہے: محمد نعمت اللہ قادری غفرلہ، مدرس جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم دریاباد الہ آباد۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ: نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سُبۡحَانَ اللّٰہِ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٌ

فاضل جلیل نے جواب استفتاء میں قلم توڑ دیا۔ حق وصحیح یہی ہے کہ اذان خارج مسجد اور خطیب کے "بَیۡنَ یَدَیۡہِ بِالۡمُقَابِل" ہونی چاہیے۔ چنانچہ مسجد میں مسجد کا صحن بھی شامل ہے۔ اور مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اللہ کے گھر میں شور مچانا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اللہ کا گھر صرف عبادت کے لیے ہے۔ اذان عبادت نہیں ہے بلکہ اذان اِذۡن سے ہے۔ اذان اعلام کو کہتے ہیں، پکارنے دعوت دینے کو کہتے ہیں۔ جس طرح کہ جج صاحب کے اجلاس میں چپراسی اجلاس کے پاس کھڑا ہو کر چلائے کہ چلو تمہارا معاملہ پیش ہے تو غالباً جج صاحب پٹوا کر نکلوا دیں گے کہ یہ چپراسی ملازمت کے قابل نہیں ہے۔ اگر مستغیث اجلاس کے اندر موجود ہو تو پکارنے کی کیا ضرورت تھی؟ پکارا جاتا ہے اسی لیے کہ جو اجلاس میں موجود نہیں وہ

آجائیں۔لہٰذا معلوم ہوا کہ تم لوگوں کو پکارو مسجد کے باہر سے تا کہ احترام مسجد بھی باقی رہے اور پکار عام ہو جائے، محدود نہ رہے۔مزید براں کوئی صاحب بالمقابل کا مطلب منبر کے پاس اذان دینا صحیح نہ سمجھ لیں۔ بالمقابل کا مطلب یہ ہے کہ خارج مسجد یا صحن مسجد کے باہر کھڑا ہو کر اذان دے مگر خطیب کے سامنے ہو۔ایسی جگہ کھڑا ہو کر اذان دے اور یہی مسلک جمہور اہل سنت و جماعت کا ہے فقط۔

احقر العباد ناچیز ابو سعید محمد عبد الوحید فریدی غفرلہ۔

خانقاہ رشیدیہ شکر تالاب بنارس، مؤرخہ ۲۸ / ربیع النور ۱۳۷۶ھ یوم شنبہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت مسئلہ ذیل میں کہ ایک جماعت احناف کی جو اذان خطبہ کو خارج مسجد کہلانے سے منع کرتی ہے اور منبر کے پاس سے کہلانے پر اصرار کرتی ہے، اور کہتی ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے۔لہٰذا جماعتِ مذکور کا منع کرنا اور اصرار کرنا موافق سنت اور وہ مسلک حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ہے یا نہیں؟ اور جماعت مذکور اہل سنت سے ہے یا نہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اذان خطبہ کہاں سے ہوتی تھی؟ اور اذان خطبہ کے بارے میں ہمارے فقہائے کرام کا کیا مسلک ہے؟

الجواب: مسجد خانۂ خدا ہے، دربار الٰہی ہے۔بادشاہ اور حاکم کے دربار کی حاضری کا بلاوا، دربار کے باہر ہی سے ہوتا ہے۔اندر سے پکارنا بے ادبی ہے۔اسی لیے اذان مسجد کے باہر مشروع ہوئی۔اذان ثانی ہو یا اوّل، جمعہ کی ہو یا دوسرے اوقات کی، ہر اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے۔فتاویٰ عالمگیری، قاضی خاں، بحر الرائق وغیرہ کتب حنفیہ میں ہے ''یُکْرَہُ اَنْ یُؤَذَّنَ فِی الْمَسْجِدِ'' یعنی مسجد میں اذان مکروہ ہے۔جمعہ کی اذان ثانی جو

خطبہ کے وقت ہوتی ہے وہ بھی اذان ہی ہے۔لہٰذا وہ بھی مسجد کے اندر مکروہ ہے۔احناف کا یہی مسلک ہے۔اس کی کراہت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ اذان ہے،اور اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے۔لہٰذا یہ اذان بھی مسجد کے اندر مکروہ ہے۔دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت کریمہ کے خلاف ہے۔لہٰذا مکروہ ہوئی۔حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے

”عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ“ (ابوداؤد شریف)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی،اور ایسا ہی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تھا۔اس حدیث سے حضور اقدس ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ اقدس میں اذان ثانی کا مسجد سے خارج ہونا ثابت ہے۔اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد پاک میں اذان ثانی مسجد کے اندر ہوئی ہو۔لہٰذا ان حضرات کے دور میں بھی قدیم طریقہ پر ہی مانی جائے گی اور یہی ثابت ہوگا کہ پوری خلافت راشدہ میں اذان ثانی مسجد سے خارج ہی ہوتی رہی۔لہٰذا اس کے خلاف اندرون مسجد ہونا بلاشبہ مکروہ ہوگا۔اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ کی تخصیص اذان اوّل کے اعتبار سے ہے۔یعنی اذان اوّل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک نہ تھی،بلکہ دور عثمان میں ہوئی اور یہ اذان اوّل مسجد سے باہر مقام زَوراء پر ہوئی۔وہ اذان جو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی،اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔لہٰذا وہ اپنی حالت پر رہی۔بغیر ثبوت اس

کو مسجد کے اندر سمجھنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت کرنا یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر افتراء ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں میں سستی دیکھی تو ضرورتاً اذان اول کا اضافہ کیا۔ اس اضافے سے وہ ضرورت ختم ہوگئی۔ اذان ثانی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف مسجد کے اندر لانے کی کون سی ضرورت پیش آئی تھی؟ بلکہ ضرورت تو اس کو بحالہ مسجد سے باہر ہی رکھنا چاہتی ہے۔ مسلمانوں میں سستی اسی کی داعی ہے۔ سوال کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہے۔ جس کی سرخی ہے۔

جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق شرعی فتویٰ

اس میں اذان ثانی کو مسجد کے اندر منبر کے پاس ہونا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب بتایا ہے۔ ان مفتیوں نے ''کفایہ'' کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے

''رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللہُ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِیْ وُجُوْبِ السَّعْیِ وَ حُرْمَۃِ الْبَیْعِ اَلْاَذَانُ عَلَی الْمَنَارَۃِ لِاَنَّہٗ لَوِانْتُظِرَ الْاَذَانُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ یَفُوْتُہٗ اَدَاءُ السُّنَّۃِ''

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حسن نے روایت کی کہ سعی کے واجب ہونے اور خرید وفروخت کے حرام ہونے میں منارہ کی اذان کا اعتبار ہے۔ اس لیے کہ اذان ''عِنْدَ الْمِنْبَرِ'' کا انتظار کیا جائے گا تو سنت کی ادا فوت ہو جائے گی۔ اس عبارت سے اذان ثانی کے مسجد کے اندر منبر سے قریب ہونے پر استدلال ہرگز صحیح نہیں، کیونکہ اس میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اذان اوّل سے سعی واجب اور بیع حرام کی ہے۔ اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ اگر نمازی اذان ثانی کا انتظار کرے گا تو سنت ترک ہو جائے گی۔ لہٰذا اذان اوّل ہی کو سن کر نماز جمعہ کے لیے چلا آئے۔ اذان ثانی کا انتظار نہ کرے، ورنہ سنت ترک ہو جائے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اذان ثانی بھی مسجد سے خارج ہی

ہے، کیونکہ اگر اذان ثانی مسجد کے اندر ہو، اور منبر سے متصل ہو تو شہر والوں، محلہ والوں، بازار والوں کو اس کی آواز کیسے پہونچے گی؟ وہ اذان ثانی کا انتظار کیسے کریں گے؟ حالانکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ منع فرماتے ہیں کہ اذان ثانی کا انتظار نہ کرو۔ اور انتظار جبھی کیا جا سکتا ہے جب آواز پہونچے۔ آواز جبھی پہونچے گی جب مسجد سے باہر ہو۔ لہٰذا اسی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اذان ثانی مسجد سے باہر ہے۔ "عِنْدَ الْمِنْبَرِ" اس لیے کہا کہ منبر کے سامنے ہوتی ہے۔ اور منارہ کی نسبت منبر سے قریب بھی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اذان ثانی مسجد سے باہر ہی سنت ہے۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عبد العزیز عفی عنہ، صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارکپور۔

للہ دَرُّ المجیب: قدیر احمد جیلانی عفی عنہ۔

الجواب صحیح: عبد المنان اعظمی دار العلوم اشرفیہ، ۸ / جمادی الآخرہ ۱۳۷۶ھ۔

الجواب صحیح: عبد الرؤف غفرلہ، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور۔

صح الجواب بعون الملک الوھاب: احقر علی احمد، خادم دار العلوم اشرفیہ مبارکپور۔

کذلک الجواب واللہ ورسولہ اعلم بالصواب: فقیر ابو المحامد سید محمد غفرلہ اشرفی جیلانی ۱۲ / جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ۔

الجواب صحیح: فقیر عبد الحی عفی عنہ الاشرفی خادم الطلبہ، مدرسہ حنفیہ بحر العلوم مئوناتھ بھنجن اعظم گڑھ۔

الجواب صحیح: مشتاق احمد نظامی۔

الجواب صحیح: خادم رسول قادری، صدر مدرس دار العلوم حمیدیہ رضویہ مدنپورہ بنارس۔

الجواب صحیح بلا شبھۃ: نعیم الدین چھپراوی۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم: ثناء اللہ الاعظمی غفرلہ، صدر مدرس مدرسہ مظہر اسلام بی بی جی بریلی۔

الجواب صحیح: سید مظفر حسین کچھوچھوی۔

صورت مسئولہ میں اذان مسجد سے باہر ہی ہونی چاہیے اور اسی کے ساتھ خطیب کے سامنے مؤذن کا کھڑا ہونا بھی یقینی ہے۔ بالفرض اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر کے باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگا لیں تا کہ مؤذن کا "بَیْنَ یَدَیِ الْخَطِیْبِ" ہونا بھی پایا جائے۔

حررہ محمد ابو الوفا فصیحی ابن حضرت مولانا ابو البرکات فصیحی غازیپوری۔

صح الجواب والمجیب مصیب: سید محمد حبیب اشرف عفی اللہ عنہ۔

محمد عثمان اعظمی، جامع گونڈیا۔

الجواب صحیح: احقر محمد نعیم اللہ عفی عنہ حبیبی، جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم، دریاباد، الہ آباد۔

صح الجواب والمجیب مصیب: سبحان اللہ بحمدہ

اذان ثانی سے متعلق کس قدر صاف صاف عام فہم الفاظ میں حکم شرع مجیب محترم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر ایمان وعقل کی تھوڑی سی مدد لیکر کوئی غور کرے تو پوری طرح اس مسئلے پر مطمئن ہو جائے۔ میں جواب باصواب کی دل سے تصدیق کرتا ہوں۔

فقیر ربانی وجود القادری۔

الجواب صحیح: فقیر ابو الرضا محمد لقمان الصدیقی غفرلہ، صدر مدرس مدرسہ عربیہ انوار العلوم جین پور اعظم گڑھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رَحِمَکُمُ اللہُ تَعَالیٰ اس مسئلے میں کہ اذان ثانی

جمعہ جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے، وہ دروازۂ مسجد پر کہنا سنت ہے یا مسجد کے اندر؟ اور سنن ابوداؤد شریف جلد اول میں ہے۔

''عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ'' (ابوداؤد شریف)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی، اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں۔اس حدیث سے بداہۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ اذان ثانی جمعہ کی مسجد کے دروازہ پر ہی ہونی چاہیے، یہی سنت ہے۔اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے ''یُکْرَہُ اَنْ یُّؤَذَّنَ فِی الْمَسْجِدِ'' اور غنیۃ شرح منیۃ میں ہے ''اَلْاَذَانُ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِی الْمِئْذَنَۃِ اَوْ خَارِجَ الْمَسْجِدِ وَالْاِقَامَۃُ فِیْ دَاخِلِہٖ'' اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۵۴ رمیں ہے ''قَوْلُہٗ بَیْنَ یَدَیْہِ اَیْ مُسْتَقْبِلَ الْاِمَامِ فِی الْمَسْجِدِ اَوْ خَارِجَہٗ وَالْمَسْنُوْنُ ھُوَ الثَّانِیْ'' ان اقوال کے باوجود بکر اس پر اڑا ہوا ہے کہ خارج مسجد اذان ہونا حنفی مسلک کے خلاف ہے۔اور استدلال میں کفایہ شرح ھدایہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ رکی عبارت پیش کرتا ہے کہ

''رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللہُ اَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِیْ وُجُوْبِ السَّعْیِ وَحُرْمَۃِ الْبَیْعِ اَلْاَذَانُ عَلَی الْمَنَارَۃِ لِاَنَّہٗ لَوِ انْتُظِرَ الْاَذَانُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ یَفُوْتُہٗ اَدَاءُ السُّنَّۃِ''

اور لفظ حدیث ''عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ'' کے مفہوم کو مجروح کرنے کے لیے ''عِنْدَ الْمِنْبَرِ'' کا ترجمہ ''منبر کے قریب'' کرتا ہے۔کہتا ہے کہ مفردات راغب میں ہے ''لَفْظُ عِنْدَ مَوْضُوْعٌ لِلْقُرْبِ'' حالانکہ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ مالابد منہ کے

صفحہ ۶۹ رتا ۷۰ رمیں فرماتے ہیں "وچوں امام برمنبر نشیند اذان دوئم روبروے اوگفتہ شود" یعنی امام جب منبر پر بیٹھے، اذان اس کے سامنے کہی جائے۔اور حضرت علامہ عبد الرحمن جامی قدس سرہ السامی شرح جامی میں لفظ "عِنْدَ" اور "لَدَیٰ" اور "لَدُنْ" میں فرق بیان فرماتے ہیں۔

"كُلُّهَا بِمَعْنَى عِنْدَ وَالْفَرْقُ أَنَّهُ يُقَالُ الْمَالُ عِنْدَ زَيْدٍ فِيمَا يَحْضُرُ عِنْدَهُ وَفِي مَا فِي خَزَائِنِهِ وَإِنْ كَانَ غَائِباً عَنْهُ وَلَا يُقَالُ الْمَالُ لَدَىٰ زَيْدٍ أَوْ لَدُنْ زَيْدٍ إِلَّا فِيمَا يَحْضُرُ عِنْدَهُ"[1]

تو معلوم ہوا کہ "عِنْدَ الْمِنْبَر" کا ترجمہ حدیث شریف میں سامنے ہی کے ہے۔ اور دروازۂ مسجد پر جب اذان کہی جائے گی تو امام کے سامنے ہی ہوگی۔اب آپ حضرات سے نہایت ہی مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ اپنے قلمِ حق رقم سے یہ فرمادیں کہ جمعہ کی اذان ثانی جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے، وہ خارج مسجد کہنا سنت ہے یا اندرونِ مسجد امام سے قریب منبر کے پاس؟

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا اَیُّهَا الْعُلَمَاءُ الْكِرَامُ حَامِیُ سُنَنِ رَسُوْلِ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْمُسْتَفْتِیْ: فقیر ناچیز ابوسعید محمد عبد الوحید فریدی فاروقی کان اللہ لہ، خانقاہ رشیدیہ، شکر تالاب ڈاکخانہ کینٹ، شہر بنارس۔جواب کے لیے ہمراہ لفافہ حاضر خدمت ہے۔

مؤرخہ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ: اذان ثانی خارج مسجد کہنا مسنون اور داخل مسجد مکروہ ہے۔حدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں مسجد کے اندر اذان ثانی کہنے کا حکم نہیں۔مخالف کی سخت جہالت ہے کہ ائمہ کرام وفقہائے عظام کی تصریحات چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔وَاللّٰهُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ۔

---

[1] شرح جامی صفحہ ۲۴۳/۲۹۳ مطبوعہ مجلس برکات

کتبہ عبد الرشید عفی عنہ، خادم دار الافتاء جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور،

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ۔

الجواب صحیح: محمد عبد العزیز خاں عفی عنہ، صدر المدرسین جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔

الجواب صحیح: فقط سید حمید اشرف، مدرس جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔

الجواب صحیح: غلام محمد خاں غفرلہ، مدرس جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔

الجواب صحیح: سید محبوب اشرف، مدرس جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔

اصاب من اجاب: محمد عبد الباری خاں غفرلہ۔

المجیب مصیب: محمد عبد اللطیف قادری۔

جواب صحیح ہے: سید قمر علی قادری۔

جواب استفتاء دربارۂ مسئلہ اذان ثانی جمعہ از دار الافتاء آستانۂ عالیہ رضویہ دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف۔

الجواب: اذان مطلق خواہ جمعہ کی اذان اوّل ہو یا ثانی ہو یا نماز پنجگانہ کی اذان ہو، حسب تصریحات فقہائے کرام وتعامل عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم خارج مسجد ہی ہے۔ اور مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ جو آپ نے استدلال اذان کے خارج مسجد دیئے جانے پر احادیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فقہ کی معتبر مستند کتابوں سے پیش فرمائے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہیں۔ اور عند کے معنی جو بیان فرمائے وہ بھی درست اور صحیح ہے۔ ایسی روشن اور کھلی ہوئی دلیل کے ہوتے ہوئے بکر کا انکار اور پھر اپنی ہٹ پر اڑے رہنا شدید جہالت وعناد ہے۔ عربی زبان ومحاورہ سے ناواقف ہے اور بے جا ضد وجہل مرکب میں گرفتار ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو توفیق وہدایت بخشے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

ثناء اللہ غفرلہ، خادم الطلبہ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت مسئلہ ذیل میں کہ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے پاس سے ہوتی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں اذان مسجد کے اندر دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر مکروہ فرمایا ہے، تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر؟

(۵) جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو مسلمانوں کو پیرویِ حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑے رہنا؟

(۶) سنت زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے یا نہیں اور اس پر سو (۱۰۰) شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا نہیں؟

(۷) علمائے کرام پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں؟ تو کیا اس وقت یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے؟ اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۸) ایک جماعت ہے جو اپنے آپ کو احناف کہلاتی ہے، اذان خطبہ کو خارج مسجد ہونے سے منع کرتی ہے اور منبر کے پاس کہلانے پر اصرار کرتی ہے، یہ کون سی جماعت ہے؟ اور اس کا منع کرنا یا اصرار کرنا کیسا ہے؟

سیف الرحمن، بنارس۔

الجواب: (۱،۲) جمعہ کی اذان ثانی حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں دروازہ مسجد شریف پر ہوتی تھی۔ حضور پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ اقدس میں یہ اذان اول تھی۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زوراء پر اس سے قبل اذان کا اضافہ کیا تو یہ اذان ثانی ہوگئی۔ پس یہی طریقہ ہمیشہ کے لئے قائم ہوگیا جو ابوداؤد شریف کی اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔

"عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِیْثِ یُوْنُسَ (یعنی) فَلَمَّا کَانَ خِلَافَۃُ عُثْمَانَ وَکَثُرَ النَّاسُ اَمَرَ عُثْمَانُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِہٖ عَلَی الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰی ذَالِکَ"۔ (ابوداؤد شریف)

(ابوداؤد شریف)

(۲،۳،۴،۵) ہاں فقہاء نے مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا ہے۔ اور بے شک خلفائے راشدین کے زمانے میں اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی۔ جیسا کہ جواب بالا سے ثابت ہے۔ پس ہمیں اس پر عمل لازم ہے۔ لیکن کتب فقہ میں جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق جو عبارتیں آئیں ہیں، ان کا ظاہر چونکہ اشتباہ پیدا کرتا ہے، اور بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء اس اذان کو داخل مسجد کہنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں یہ صحیح نہیں لیکن پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ حدیث وفقہ کے حکم کے خلاف رسم ورواج پر اڑے ہوئے ہیں۔ البتہ ان کی اس قدر غلطی ضرور ہے کہ وہ خیال نہیں فرماتے کہ فقہاء صحابہ کے قائم کردہ طریق کے خلاف حکم کیسے فرما سکتے ہیں۔ جب یہ ثابت ہے کہ بعد اضافہ اذان ثانی یہ اذان دروازہ مسجد ہی پر قائم رہی اور یہی طریقہ باجماعِ صحابہ معمول بہا ہوگیا۔ چنانچہ عمدۃ الرعایہ میں ہے۔

''وَفِي كِتَابِ الْمَدْخَلِ لِابْنِ الْحَاجِّ مُحَمَّدٍ الْمَالِكِيِّ اَلسُّنَّةُ فِي أَذَانِ الْجُمُعَةِ إِذَا صَعِدَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ أَنْ يَكُونَ الْمُؤَذِّنُ عَلَى الْمَنَارِ كَذَالِكَ كَانَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ زَادَ عُثْمَانُ أَذَانًا آخَرَ بِالزَّوْرَاءِ وَأَبْقَى الْأَذَانَ الَّذِي كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْمَنَارِ وَالْخَطِيبُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِنْتَهَى''

بس اس کے دیکھتے ہوئے غور کرنا چاہیے کہ فقہاء کی ان عبارات کے کوئی ضرور ایسے معنی ہیں، جن سے مخالفت سنت لازم نہیں آتی۔ اور سنت تو یہی ہے کہ یہ اذان ایسے مقام پر دی جائے جو مسجد سے خارج ہو جیسا کہ ابوداؤد شریف سے اور عبارت مدخل سے ثابت ہے۔ اور اس کا مدعی بھی نہیں معلوم ہوتا جو اس طریق کو سنت نہ کہتا ہو۔

(۶، ۷) ہاں سنت کو زندہ کرنے میں احادیث سے سو (۱۰۰) شہید کا ثواب ثابت ہے اور علماء پر لازم ہے کہ سنت کو زندہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو مخالف کے شبہات کا ازالہ کریں۔

(۸) جو لوگ اس اذان کو خارج مسجد کہنے میں منع کرتے ہیں اور منبر کے پاس کہلانے میں مصر ہیں ان کو عبارت فقہاء سے یہ شبہ واقع ہو گیا ہے کہ فقہاء کا ارشاد یہی ہے، جس کی دلیل فقہاء کے پاس کچھ نہ کچھ ہوگی، گو ہمیں معلوم نہیں۔ پس اس وجہ سے وہ بھی مجبور ہیں۔ ہادی حقیقی ان کے اس شبہ کا ازالہ فرمائے۔

محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام جامع فتحپوری دہلی۔

اصاب من اجاب: عبد الرب غفرلہ، صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ دہلی،

۳؍ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ۔

الجواب صحیح: احقر مشرف احمد غفرلہ، امام مسجد مولانا کرامت اللہ صاحب مرحوم۔